جلد 17 شمارہ 2 ماہ فروری 2015ء ربیع الثانی 1436ھ

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

بیاد خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مدیر: احمد رضا خان
0321-6400942

معاون مدیر: خالد محمود توحیدی
0300-7374750

نائب مدیر: سید رحمت اللہ توحیدی
0333-4552212

مجلس ادارت
خالد مسعود، ایم طالب
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411035 / 055-3411030
ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے
سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

سالانہ کنونشن

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا روح پرور سالانہ کنونشن

مورخہ 17، 18 اپریل 2015ء بروز جمعہ، ہفتہ کو منعقد ہوگا

اللہ کے قرب اور اس کی رضا کے حصول کی خاطر،

تزکیہ نفس اور اصلاح قلب کی ان مجالس میں اہتمام کے

ساتھ شرکت فرما کر انوار و برکات سے مستفیض ہوں۔

بمقام: **مرکز تعمیر ملت**

وحید کالونی نزد کوٹ شاہاں (پیرو شہید بس سٹاپ)

جی ٹی روڈ **گوجرانوالا**

رابطہ نمبر 0303-0466321

درس قرآن: ذکرِ الٰہی (خالد محمود توحیدی)

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَاماً وَّقُعُوداً وَعَلَى جُنُوبِكُم ٥

ترجمہ : "اور جب تم نماز پوری کر چکو تو اللہ کے ذکر میں کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، لیٹے ہوئے لگے رہو (ہر حال اور ہر آن) اللہ کو یاد کرتے رہو۔" (النساء - 103)

تخلیق انسانی کا اصل مقصد اللہ کی معرفت و رضا حاصل کرنا ہے اس مقصد کے حصول کے لئے شرط اوّل اور تعلق مع اللہ کی روح اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک اللّٰہ۔اللّٰہ۔اللّٰہ کا ذکر، دل سے اور سجدہ و نماز اور درود و سلام کی کثرت ہے۔ ہمیں ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہنا چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا دروازہ کھلے اور اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہو۔انسان کی تین حالتیں ہیں یا کھڑا ہوگا، یا بیٹھا ہوگا یا لیٹا ہوگا، کثرت سے ذکر ان تینوں حالتوں میں ہی کیا جا سکتا ہے۔ذکر اس نیت سے کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دِل میں پیدا ہو، جو روح کی غذا ہے۔ذکر سے دِل میں اللہ کی محبت موجزن ہوجاتی ہے، جو اسلام کی روح سعادت و نجات کا مدار ہے۔محبت الٰہی اور خشیت الٰہی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔اللہ کی محبت سے قلب و روح کو انوکھی لذت ملتی ہے۔ انسان دنیا کے مال و متاع سے بے نیاز ہو کر دائمی مسرت جیسی نعمت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔

؎ ذکر اُو سرمایہ ذوق و سرور
لذت سوز و سرور از لا الٰہ
در شب اندیشہ نور از لا اِلٰہ

(علامہ اقبالؒ)

جب اللہ اور اُس کے رسول مقبول ﷺ سے محبت ہو جائے اور اُن کے عشق کی چنگاری دل میں سُلگ اُٹھے تو پھر یہ دِل دیوانہ اُنہی کا ہو جاتا ہے اور پھر ماسوا اللہ کے کسی اور کی یاد بھی نہیں آتی۔

گاؤں میں عورتیں کنوئیں یا پنگھٹ سے پانی لے کر سر پر رکھے دور دور تک جاتی ہیں۔ بلندی چڑھتے اور اترائی اُترتے ہوئے وہ گپ شپ کرتی جاتی ہیں۔باہمی باتوں کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے، قہقہے بھی لگتے ہیں لیکن ان کا ہر قہقہہ بھی نپا تلا ہوتا ہے اور ہر قدم بھی۔اس لئے کہ دل میں یہ دھیان ہوتا ہے کہ سر پر گھڑا ہے، کہیں گر نہ جائے۔ایک لمحہ کو بھی دل سے یہ دھیان محو نہیں ہوتا۔اس دھیان کو''فکر'' کہتے ہیں۔کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ دل بہ یار، دست بہ کار۔

ے درمیان کارزار کفر و دین
با دِل خود یک نفس خلوت گزیں

وہ خلوت گزینی جو دھیان کو پختہ کرتی ہے اور دل میں یادِ الٰہی کی جوت جگاتی ہے۔ اس کا تعلق فقط سوچ سے نہیں بلکہ دل کی دنیا سے ہے۔اللہ تعالیٰ سے محبت کا جذبہ پیدا کریں۔ بلکہ اصل میں تو محبت وہی پیدا کرتا ہے،اس نے اپنی محبت کو سو حصوں میں بانٹا، ننانوے آخرت کیلئے رکھ چھوڑے اور ایک حصے کو پوری کائنات میں تقسیم کر دیا۔یہ ایک حصہ دنیا بھر کی ماؤں کی محبت، باپوں کی شفقت، حیوانوں کی محبت اور چرند پرند کی باہمی الفت بن گیا۔یہ سب محبت اُسی جلّ جلالہٗ کی دی ہوئی ہے۔وہ تو رحمٰن و رحیم اور محبت کا سراپا ہے۔ ہمیں تو سوئچ آن کرنا پڑے گا۔ پھر اُس کی محبت کے دم بہ دم پیہم چھانے کے منظر نظر آئیں گے۔اسی طرح جیسے فضا میں ریڈیائی لہریں موجود ہیں۔آپ جونہی ریڈیو کا سوئچ آن کرتے ہیں، آواز آنے لگتی ہے۔اللہ کی محبت کا سوئچ آن کرنے کی ضرورت ہے۔جس کو اللہ سے محبت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔جبرائیل کو حکم فرماتے ہیں کہ اے جبرائیل! اعلان کر دو کہ میں فلاں ذاکر سے محبت کرتا ہوں، زمین میں اس کی مقبولیت پھیلا دی جاتی ہے اور سمندر کی مچھلیاں اور جانور بھی اس کیلئے دُعا کرتے ہیں۔

درس حدیث: بامقصد طرزِ زندگی

(ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقیؒ ترجمہ: پروفیسر سید مجتبیٰ سعیدی)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ (جامع الترمذی)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ ؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انسان کے حُسنِ اسلام میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ان کاموں کو ترک کردے جن کا کوئی فائدہ نہیں۔"

یعنی انسان کے اسلام کے مکمل اور درست ہونے کی علامتوں میں سے جن کاموں سے آدمی کو سروکار نہ ہو، ان کو ترک کردینا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بیان فرمائی ہے کہ انسان ایسے کام ترک کردے جن سے آدمی کو سروکار نہ ہو یعنی ہر اس کام اور ہر اس چیز سے بے غرض اور لاتعلق رہے جو بے مقصد ہو اور جس سے دنیوی مفاد وابستہ ہو نہ آخرت میں فلاح وکامیابی کی توقع ہو۔ لہٰذا مسلمان کو اس قسم کے بے کار اور بے فائدہ امور سے کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہیے۔

آخرت میں کامیاب ہونے والے اہلِ ایمان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: "بے شک وہ اہل ایمان فلاح پاگئے جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں اور لغو کاموں سے اعراض کرتے ہیں۔" (المومنون:23:3-1)

لہٰذا ایک مومن کو چاہیے کہ وہ بے کار، فضول، بے مقصد اور بے ہودہ باتوں اور بے ہودہ کاموں سے یکسر بے تعلق ہو کر مفید اور بامقصد چیزوں سے تعلق رکھے اور غیر متعلقہ امور سے کنارہ کش رہے۔ یہ حدیث اپنے دامن میں بڑی وسعت اور جامعیت رکھتی ہے۔ اس میں بے کار اقوال وافعال، لغو گفتگو، بے مقصد مطالعہ، بیکار کھیلیں تاش، شطرنج، پتنگ بازی، کرکٹ اور تمام ایسی مصروفیات ومشاغل آجاتے ہیں جن سے دینی فائدہ ہوتا ہے نہ دنیوی۔ بلکہ ایسی محافل میں بیٹھ کر بعض اوقات انسان لاشعوری طور پر کوئی ایسی بات کہہ جاتا ہے یا کوئی ایسا کام کر بیٹھتا ہے جس کا اسے احساس تک نہیں ہوتا

مگر وہ اس کی ہلاکت اور تباہی کا سبب بن سکتا ہے۔ایک حدیث میں بلال بن حارث مزنیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرمﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"تم میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رضا والی کوئی ایسی بات کہہ جاتا ہے، اور اسے اس کی عظمت کا احساس تک نہیں ہوتا اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قیامت تک اس پر راضی ہو جاتا ہے۔اس طرح کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی ناراضی والی کوئی بات کہہ جاتا ہے اور اسے اس کی سنگینی کا احساس تک نہیں ہوتا مگر اس ایک بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر قیامت تک ناراض ہو جاتا ہے۔"

اس لئے انسان کو بات کرتے ہوئے از حد محتاط رہنے کی ضرورت ہے کہیں لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا نشانہ نہ بن جائے۔فحش گوئی اور زیادہ بولنا بھی کوئی اچھا کام نہیں۔ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے، نبی اکرمﷺ نے فرمایا: "حیا اور عیی (قلت کلام) ایمان کے دو شعبے ہیں فحش گوئی اور کثرت کلام نفاق کے دو شعبے ہیں"۔ **(جامع الترمذی)**

آج خطیب خطبوں میں طویل لایعنی باتیں کرتے اور لوگوں کی بے جا مدح کرتے ہیں جس سے اللہ راضی نہیں بلکہ ناراض ہوتا ہے۔<u>ایک انسان خصوصاً مسلمان کی پوری زندگی اللہ کی طرف سے امانت ہے۔انسان اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہوگا۔یہ زندگی اور اس کا کوئی لمحہ اس قدر ارزاں اور بے وقعت نہیں کہ اسے لایعنی مشاغل میں ضائع کر دیا جائے۔</u>

معلوم ہوا کہ اپنے اوقات عزیز کو فلم بینی تھیٹر، رقص وسرود کی محافل، تاش، پتنگ بازی، کرکٹ وغیرہ جیسے مشاغل کی نذر کرنا دینِ اسلام کے منافی ہے۔کوئی شخص جہاں دیگر اخلاقِ حسنہ اور عمدہ امور اختیار کرنے کی وجہ سے بلند مرتبہ حاصل کرتا ہے ان میں بے ہودہ امور سے بچنے کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔ لقمان حکیم سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کو اس قدر فضیلت اور بلند مرتبہ کن باتوں کی وجہ سے حاصل ہوا، تو انہوں نے فرمایا: **صِدْقُ الْحَدِیْثِ، وَ اَدَاءُ الْاَمَانَةِ، وَ تَرْكُ مَا لَا يَعْنِيِ۔**

"سچ بولنے، امانت ادا کرنے اور غیر متعلقہ امور کے ترک کرنے کی وجہ سے"۔

اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے اوقات کی قدر کرے اور ہر بیہودہ فضول، بے کار اور بے مقصد امر سے بچنے کی پوری کوشش کرے۔اسی سے مسلمان کا اسلام مزین اور خوبصورت ہوتا ہے۔

نقوشِ مہرووفا

(ملفوظات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

بابا جان قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ سے پوچھا گیا کہ احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ یہ عمل کریں گے تو اگلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ جبکہ گناہ تو گزرے ہوئے زمانے میں ہوتے ہیں یعنی پچھلے گناہ۔ نہ کہ آئندہ ہونے والے گناہ۔ اس پر آپؒ نے فرمایا:

کچھ رضا والے خلوص پر مبنی اعمال صالحہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے کہ یہ کام کرو گے تو معاف ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ آئین ہے کہ ہر ایک چیز ریکارڈ ہو رہی ہے، اور بتا بھی دیا کہ جو بھی کرو گے وہ ریکارڈ ہو رہا ہے، اس کا میزان قائم ہو گا۔ جو چھوٹے سے چھوٹا نیک یا بد عمل کرے گا وہ اس روز دیکھ لے گا۔ اللہ اپنا فضل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کو ہر صورت میں Waive off کرنا چاہتے ہیں کہ یہ عدل والا نظام نہ رہے۔

؎ عدل کریں تے تھر تھر کمبن اُچیاں شاناں والے
فضل کریں تاں بخشے جاون میں جئیں منہ کالے

ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ عدل کا معاملہ نہ کریں، اللہ پاک فرماتے ہیں کہ میں نے عدل کرنا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ نہ تم (مسلمانوں) کی امنگوں پر کام چلے گا نہ یہود و نصاریٰ کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم دوزخ میں نہیں جائیں گے، ہمیں اللہ عذاب نہیں دے گا، عذاب ملا بھی تو کوئی چند دن ملے گا پھر ہم جنت میں چلے جائیں گے، ہم خدا کی محبوب قوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے من وسلویٰ اتارا، فرعون کو ہمارے سامنے غرق کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا کہ انہیں دنیا پر فضیلت دی، مگر انہوں نے نافرمانی پہ نافرمانیاں اور

غلطیاں کیں ۔اللہ فرماتا ہے کہ میں شرک کو معاف نہیں کروں ،مگر انہوں نے بچھڑا بنا کر اسے پوجنا شروع کر دیا ،اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر معاف کر دیا ۔کیا انہوں نے شرک نہیں کیا؟ اور شرک کیا۔ قرآن پاک میں ہے کہ فرعون اور آلِ فرعون کو غرق کیا، یہ باہر آئے تو آگے ایک بت پرست قوم کو پایا ،جنہوں نے بت بنائے ہوئے تھے، کوئی ان کے ہاتھ چومتا ،کوئی پیر پکڑتا تھا تو ان لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰ! ہمیں بھی ایسا خدا بنادو ،دیکھو کیسے یہ پیار کر رہے، ہم بھی ایسے ہی پیار کریں گے۔ نہ تو ہمیں (ہمارا خدا) دکھائی دیتا ہے اور نہ ہم اس سے پیار کرتے ہیں ۔ہمیں بھی ایسا خدا بنا دے جیسے یہ ہیں ۔موسیٰ علیہ اسلام نے کہا کہ بڑی جاہل قوم ہو تم ۔میں تمہیں اس خدا جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا اس کا راستہ دکھاتا ہوں، تم مجھے یہ دکھاتے ہو کہ ایسا کوئی بت والا خدا بنا دے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ساری خطائیں معاف کرتا رہا۔ ایک دفعہ کہا بھی کہ مر جاؤ۔ پھر اللہ کے حکم سے سارے مر گئے، پھر اللہ نے انہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا۔

☆......(کسی بھائی نے ذکر کیا کہ شاید امام شافعیؒ جب کہیں فاتحہ کرتے تو اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر لیتے تھے کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں اس اہلِ قبر سے دعا کر رہا ہوں۔ ہمارے بھائی کی اس بات سے جاری موضوع میں تبدیلی آئی ۔باباجانؒ نے فرمایا:

آج بھی آپ مدینہ شریف جائیں تو جدھر مواجہ شریف ہے، جالی لگی ہے ۔اس کے سامنے جہاں حضورﷺ کا چہرہ مبارک ہے ۔اگلا پھر دوسرا Ring ہے ۔جو مقدس قبریں ہیں وہ ایسی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا سر آپﷺ کے سینے کے برابر ہے ۔پھر حضرت عمر فاروقؓ کا سر مبارک حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سینے کے برابر ہے ۔جب آپ گزرتے ہیں تو ایک Ring سے حضورﷺ کا چہرہ مبارک آئے گا، دوسرے Ring سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا چہرہ مبارک ہے، اور تیسرے Ring سے حضرت عمر فاروقؓ کا چہرہ مبارک ہے ۔ وہاں ہم صلوٰۃ والسلام پڑھتے ہیں ۔اگر ہم وہاں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا شروع کریں تو پولیس

والے آپکا منہ ادھر (دوسری طرف) کر دیں گے، کیونکہ ادھر جنوب ہے اور اس طرف قبلہ ہے۔ وہاں جالی کے ساتھ ایک یا دو صف کی جگہ ہے، وہاں سے بھی دعا مانگیں تو پولیس والے روضۂ رسول ﷺ سے خانہ کعبہ کی طرف منہ کرا دیتے ہیں۔ وہ لوگ ادھر دعا نہیں کرنے دیتے، ہم تو کہتے ہیں کہ ہمیں روضے کی جالی چومنے دو مگر وہ نہیں چومنے دیتے، وہ کہتے ہیں کہ ممنوعہ، ممنوعہ، ھٰذا شرک۔ وہاں تو حکمرانی حضور ﷺ کی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ حضور ﷺ کی مرضی سے بیٹھے ہیں۔ ان کو ہمارے لوگ تو گالیاں دیتے ہیں۔ سعودی حکمرانوں کو اچھا نہیں سمجھتے کہ یہ لوگ وہاں سلام نہیں کرنے دیتے۔ جنت البقیع میں سارے مزارات کے نشانات تھے، انہوں نے وہ سب مٹا دیے، کوئی گنبد نہیں چھوڑا۔ اب تو اندر بھی نہیں جانے دیتے کہ ادھر باہر سے ہی دعا مانگ لو۔ وہاں سے بھی لوگ روڑے، کنکر لے کر چومتے ہیں۔ انہوں نے گیٹ لگا کر بند کر دیا ہے اور جالی لگا دی ہے کہ یہاں کھڑے ہو کر دعا مانگو، اندر نہیں جانا۔ اگر وہ حضور ﷺ کی مرضی سے بیٹھے ہیں تو بہت اچھا ہے، مگر ہمارے لوگ کہتے ہیں یہ گستاخ ہیں۔ سعودی فیملی کے حکمران، جنہوں نے بہت کچھ (مقدس مزارات) ختم کروا دیئے ہیں کہ یہاں جھنڈے بندھے ہیں، یہاں یہ ہوتا ہے، یہاں وہ ہوتا ہے۔ خوب غیر اللہ پرستی ہوتی تھی۔ انہوں نے پھر مل کے کہا کہ Pact یہ ہوگا کہ حکمرانی آپ کریں گے اور یہ نفاذ ہمارے پاس ہوگا۔ آلِ شیخ کہتے ہیں ان کو۔ یہ سب سزائیں دینا اور پورا نظام یہ ان کے پاس ہے۔ بادشاہ کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ Administration کا کام وہ کرتے ہیں اور سزائیں ان کے پاس ہیں۔ شریعت کا نفاذ سارا۔ وہ دکانیں بند کراتے ہیں کہ صلوٰۃ، صلوٰۃ، صلوٰۃ۔ ہمارے لوگ ان کیلئے بددعائیں کرتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہاں سب کچھ حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہے تو پھر یہ لوگ بھی آپ ﷺ کی مرضی سے بیٹھے ہیں۔ پہلے خانہ کعبہ کے چاروں کونوں میں الگ الگ مصلّے تھے کہ یہ الگ آئمہ کے ہیں۔ سعودی حکومت نے سب اٹھوا لئے، اب ایک ہی مصلّہ ہے اور سب پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ خانہ کعبہ میں جا کر بھی چار مصلّے؟۔

ہمارے لوگوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت کا غلبہ تھا اور ہے، مشائخ اس لئے اس پر زیادہ زور دیتے تھے کیونکہ انگریز کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت ان کے ذہن سے نکال دی جائے مگر وہ اس پر زیادہ زور دیتے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت زندہ رہنی چاہیے جو مومن کی اساس ہے۔

عالم الغیب کی بات ہوئی، قرآن میں یہ لکھا ہے کہ اللہ کا جو علم غیب ہے وہ کسی کو نہیں ملتا مگر رسولوں میں سے جسے چاہے۔ اس کا مطلب ہے کہ رسولوں میں سے کسی کو دے سکتا ہے اور حضور ﷺ تو سید الانبیاء ہیں، وہ تو سب سے زیادہ مستحق ہوں گے کہ ان کو علم غیب میں سے کچھ اللہ تعالیٰ عطا فرمادے۔ انہوں نے لکھا کہ اللہ کا جو علم ہے وہ لامتناہی ہے، اس کی کوئی حدود نہیں ہیں۔ حضور ﷺ کو جو اللہ نے دیا وہ متناہی ہے، Limited ہے۔ ان کو جو ضرورت ہے وہی دے گا۔ اب سمندر کے اندر جو کیڑے ہیں، ان کو خوراک کی ضرورت ہے۔ ایک نبی کو اس علم کی کیا ضرورت ہے۔ ان کو اپنے مشن میں جس علم کی ضرورت ہے وہ بتادے گا یا جو پوچھنا چاہتا ہے کوئی بات، وہ اللہ ان کو بتا دے گا۔ اس کو ساری کائنات کے علم کی کیا ضرورت ہے۔ انبیاء و رُسل کو عطا کردہ علم محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود ہے۔ نبی کے علم کی اور اللہ کے علم کی اتنی بھی Ratio نہیں ہے جتنی کہ ایک چڑیا سمندر میں چونچ ڈال کر پانی لے لیتی ہے، اس کی اور سمندر کے پانی کی جو Ratio ہے۔ ایک نبی کے علم کا اور اللہ کے علم کا یہ فرق ہے۔

مروّجہ رسومات: ہمارے ہاں فوت ہونے والے کا تیسرا، ساتواں، چالیسواں بڑے پکّے کام کیے جاتے ہیں۔ آج قُل کا ختم ہے تو اتنے بجے ہونا ہے، سات بجے ہونا ہے۔ چالیسویں کا ہے تو ڈھائی بجے ہونا ہے۔ بھلے کوئی دوسرا پہنچ سکے یا نہ پہنچ سکے، نہیں جی بس اتنے ٹائم پر ہونا ہے، ٹائم بھی تبدیل نہیں کیا جاتا اور کئی خرافات ہیں جنکی شریعت میں کوئی سند نہیں ہے۔ صرف لوگ اپنی سہولت کے مطابق کوئی تیسرے دن، کوئی پانچویں دن، اور کوئی ساتویں دن کہتا ہے کہ سارے رشتہ دار آئیں اور افسوس کر کے چلے جائیں۔ وہ بھی فارغ ہو جائیں اور ہم بھی فارغ

ہو جائیں۔ یہ جواز بھی لواحقین کی سہولت کی خاطر رکھا ہوا ہے، کوئی خاص دن مقرر نہیں ہے۔

(کسی بھائی نے کہا کہ بابا جی! یہ صرف ہندوستان، پاکستان میں ہی زیادہ ہے، یہ سارے رسم و رواج۔ ہم مسلمان تو ہو گئے ہیں مگر یہ رسم و رواج نہیں بدلے۔) بابا جانؒ نے فرمایا: ان ملکوں میں صحابہ کرامؓ کا غلبہ اور اثر رسوخ تھا وہاں انہوں نے سب کچھ Change کر دیا لیکن ہمارا Culture تو ویسے کا ویسے رہا۔ ایک بھائی ہندو تھا، ایک مسلمان تھا، آپس میں شادی بیاہ ہوتے تھے۔

(ایک بھائی نے کہا کہ اسلام میں تو یہ ہے کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو تقویٰ میں بہتر ہے، اور کوئی فرق نہیں ہے، یہاں آپس میں فرق کرتے ہیں۔) بابا جانؒ نے فرمایا کہ By birth کسی کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرما دیا کہ کسی کالے کو گورے پر، کسی گورے کو کالے پر، کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں ہے اِلّا بِتَقْوٰی۔ ہندوؤں میں یہ System ذات پات کا تصور کافی زیادہ ہے۔ برہمن جو ہیں وہ خدا کے سَر سے پیدا ہوئے، اچھوت پیر سے پیدا ہوا ہے وہ گندا ہے۔ برہمن سَر سے پیدا ہوا ہے وہ اچھا ہے، اس کا کام ہے Rule یعنی حکمرانی کرنا۔

(بھائی نے کہا کہ آج کل ہمارے ہاں بھی جو رشتے کیے جاتے ہیں ہم اسی پر چل رہے ہیں) بابا جانؒ نے فرمایا کہ ہاں جی اسی پر چل رہے ہیں ہم، آہستہ آہستہ ٹوٹتے جا رہے ہیں یہ۔ ہماری قدریں بھی ٹوٹ رہی ہیں۔ اب شہروں میں رشتوں کیلئے ڈاکٹر ڈاکٹر سے کر لیتے ہیں، انجینئر انجینئر سے کر لیتا ہے، ان کی کونسی برادری ہے؟ شہروں میں اب کوئی نہیں دیکھ رہا کہ ان کی برادری کونسی ہے، بس Status دیکھتے ہیں اور شادی کر دیتے ہیں۔

(بھائی نے کہا کہ اچھائی کی جانب قدم بڑھ رہا ہے) بابا جانؒ نے فرمایا کہ بڑھ جاتا ہے۔ باطل رہ نہیں سکتا۔ جَاءَ الحَقُّ وَ زَحِقَ البَاطِل۔ وہ مٹ جاتا ہے۔ It will take time لیکن وہ ختم ہو جائے گا۔ جو آئین ہم نے خود بنا رکھے ہیں اور ان کی مذہب کی طرح پابندی کر

رہے ہیں وہ خود ہی ختم ہو جاتے ہیں۔اب شہروں میں رہنے والے لوگ کہاں برادریاں دیکھتے ہیں۔حضور ﷺ نے اپنے غلام زید بن حارثہؓ کی شادی اپنی پھوپھی زادے کی،ان سے نکاح کیا لیکن گزارا نہیں ہوا۔اس لئے کی تھی کہ قریش سب سے اونچا خاندان تھا اور وہ غلام تھے،ان کے ساتھ نکاح کیا، آخر طلاق ہوگئی۔قرآن میں کسی صحابیؓ کا نام نہیں ہے،صرف زیدؓ کا ہے۔ان کو طلاق ہوئی اور اللہ نے کہا کہ تم اس کے ساتھ نکاح کرو۔ڈرتے ہو لوگوں سے کہ اس کو بیٹا بنایا ہوا تھا۔منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے یا بیوہ سے شادی کرنا ایسے ہی گناہ سمجھا جاتا تھا جیسے سگے بیٹے کی طرف سے بہو سے کرنا۔فرمایا کہ ڈرتے ہو لوگوں سے،ہم نے تمہارا نکاح کیا۔تاکہ مسلمانوں میں آخری نبی ہو،اگر اب یہ نہیں ٹوٹے گا تو کب ٹوٹے گا۔کہا کہ اس لئے نکاح کر رہے ہیں تمہارا تاکہ مومنوں پر منہ بولے بیٹے کی بیویوں سے شادی پر کوئی حرج نہ رہے۔اس لئے کرا رہے ہیں۔کرا دیا تاکہ کسی پر کوئی حرج نہ رہے کہ میں منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کر رہا ہوں۔فرمایا کہ بیٹا وہ ہے جو تم نے جنا ہو،مائیں تمہاری وہی ہیں جنہوں نے تمہیں جنم دیا ہے۔کر دیا نکاح۔حضور ﷺ ڈرتے تھے کہ لوگ باتیں بنائیں گے کہ لو جی یہ کام کیا ہے۔اللہ نے کہا کہ ہم نے نکاح کیا ہے۔وَزَوَّجنَاکَ۔ہم نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا ہے۔اس سے بڑا اور کیا انقلاب ہو سکتا ہے۔حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کے سگے داماد تھے۔حضرت فاطمہؓ کے بعد حضرت علیؓ نے اور بھی شادیاں کیں ۔آپؓ کے پینتیس (۳۵)،چالیس (۴۰) بچے تھے۔جتنے علوی ہیں یہ سارے حضرت علیؓ کی اولاد ہیں،یہ علوی کہلاتے ہیں۔جو فاطمہؓ کی اولاد سے ہیں وہ فاطمی کہلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ We are Fatimi. حضرت فاطمہؓ کی اولاد فاطمی سید ہیں۔اعوان سارے یہ بھی سارے سید ہیں،یہ بھی حضرت علیؓ کی اولاد سے ہیں۔حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ مجھے ام کلثومؓ کا رشتہ دے دو،چالیس ہزار طلائی دینار اس کا حق مہر دوں گا تاکہ میرا خاندانِ نبوت سے تعلق قائم ہو جائے۔چالیس دینار طلائی دینار،سونے کا سکہ۔یہاں کہتے ہیں کہ بتیس (۳۲) روپے۔وہاں چالیس ہزار سونے کا سکہ دیا تو نکاح ہوا۔

اصلاح ملت کے لئے بانیٔ سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے فرامین

ہم اپنی اصلاح اور تعمیرِ نو کے لئے پہلے خود اپنی اصلاح کریں اور اس کے بعد اپنے اہل وعیال قریبی رشتہ داروں اور ان دوستوں کی جو زیر اثر ہوں۔ اس طرح کچھ عرصہ میں ان اصلاح یافتہ لوگوں کی ایک معقول جماعت وجود میں آجائے گی پھر وہ اجتماعی طور پر کام اپنے ہاتھ میں لے کر کامیابی سے آگے چلا سکے۔ ایک تدبیر یہ ہے کہ ملک میں ایک ایسی آل پاکستان جماعت بنائی جائے جس میں تمام مذہبی فرقوں کے پیشوا اور تمام مذہبی، سیاسی اور معاشرتی جماعتوں کے صدر سیکرٹری اور منتخب نمائندے بحیثیت ممبر کے شریک ہوں۔ اس کی تشکیل یو۔این۔او کی ساخت پر کی جائے۔ اس کا مقصد اور موقف صرف اہل ملک کی اخلاقی اصلاح تک محدود ہو۔ مذہبی، سیاسی اور معاشرتی اختلافات کے باوجود ہر لحاظ سے بالکل ہم آہنگ اور متفق ہوں۔ اخلاقی نقطۂ نظر سے جو باتیں بری ہیں وہ سبھی کی نظر میں بری ہیں اور جو باتیں اچھی ہیں وہ سبھی کی نظر میں اچھی ہیں۔ اس جماعت میں صرف وہ طریقے سوچے اور عمل میں لائے جائیں جن سے ہر فرقہ کے افراد کا اخلاق، اخلاق محمدی ﷺ کا نمونہ بن جائے۔ پھر بنیادی اختلافات کا نام ونشان تک بھی نہ ہوگا۔ صرف کام کرنے کے طریقوں پر شاید کچھ اختلافات پیدا ہوں مگر وہ اتنے شدید ہرگز نہ ہوں گے کہ ایک فرقے کو دوسرے فرقے کا دشمن بنادیں۔ اس جماعت کے جلسوں کا ماحول بڑا ہی پرسکون اور محبت واخوت کے نظاروں سے معمور ہوگا اور وہاں ہمارے علماء، زعماء اور رہنما باوجود فرقہ وارانہ اختلافات کے آپس میں مل جل کر ہمدردی اور محبت ویکجہتی کے جذبات سے اختلافی معاملات کو سلجھانے کی تربیت حاصل کر سکیں گے۔ اگر کسی طرح یہ جماعت وجود میں آئے اور یہ کام ہوجائے تو اس سے ہمارے افراد کی اس حد تک اصلاح ہوجائے گی کہ وہ قوم کے عام فائدے کے لئے ایک ہی زاویہ نظر سے سوچنا اور کام کرنا سیکھ جائیں گے۔ اس طرح باہمی عناد وفساد کا جذبہ بہت کم اور تخریبی افکار وافعال کا خاتمہ ہوجائے گا اور قوم ہر لحاظ سے ترقی کے میدان میں آگے بڑھتی چلی جائے گی۔

محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام: محمد نوید خان

مورخہ: 26-02-2003

آپ کا پیار بھرا خط موصول ہوا۔ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ کی ٹریننگ بخیریت گزر رہی ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجاہدانہ زندگی کا آغاز کیا ہے۔ افواجِ پاکستان کی نوکری عین اسلام کی خدمت ہے۔ اس لئے سارے کام پوری دلچسپی کے ساتھ ادا کریں۔ ہمیشہ خوش و خرم رہنے کی عادت ڈالیں اور اس راہ میں جو بھی تکلیف آئے اسے مردانہ وار، ہمت کے ساتھ برداشت کریں۔ فوجی تربیت ہو یا پیشہ وارانہ تربیت، ہر کام ذوق و شوق سے کریں۔ اپنے افسران کا ہر حکم ماننے کی عادت ڈالیں کیونکہ یہ بات فوجی نظم و ضبط کی بنیاد اور ضرورت ہے۔ نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہیں اور پریڈ، پی ٹی کے دوران سانس کے ساتھ اللّٰہ اللّٰہ کرتے رہیں۔ اس میں بڑا مزہ آتا ہے۔ نفی اثبات خفی طریقہ سے کرلیا کریں۔ ملک کی طرف سے جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کا بجا لانا بھی بہت ثواب کا کام ہے، اس لئے فکر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نوکری اچھی گزرے گی اور اللہ کے ذکر کی بدولت بہت ہی اچھی گزرے گی۔ میری دُعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو دُنیا اور روحانیت کی نفیس ترین نعمتوں سے نوازے اور اپنے مقرب بندوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)

یہ بات آپ نے بہت اچھی لکھی کہ خواہشیں تو کبھی ختم نہیں ہوتیں۔ اس لئے پُر اطمینان زندگی گزارنے کا یہی طریقہ ہے کہ اللہ کی رضا پر راضی رہنا سیکھو۔ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا فرمان ہے ''تقدیر کو عمل سے مانو بے عملی سے نہیں''۔ یعنی ہر کام میں اپنی کوشش پوری کریں اور پھر جو بھی اس کا نتیجہ نکلے اس کو اللہ کی طرف سے سمجھتے ہوئے اس پر سچے دل سے راضی رہیں۔ کسی جگہ واصف علی واصف کا ایک قول پڑھا جو بہت پسند آیا، وہ یہ تھا کہ:

'' غم تمہاری خواہشات اور اللہ کی رضا میں تضاد کا نتیجہ ہے۔'' یعنی اللہ کی رضا جو ہوتی ہے

تمہاری خواہشات کی طلب اس کے خلاف ہوتی ہے اور اسی سے تمہیں غم اور تکلیف ہوتی ہے۔ اگر تم راضی بہ رضا رہنے لگو تو تمہیں کبھی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ٹریننگ کے دوران اس کی طرف زیادہ دھیان دیں، یہ نہایت ضروری ہے۔گھر بھی جب نہایت ضروری ہو اور قواعد ضوابط اجازت دیتے ہوں تو جائیں۔اللہ اللہ سب جگہ کی جاسکتی ہے کیونکہ وہ ہر وقت انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔

مورخہ: 08-08-2011

آپ کا خط موصول ہوا۔آپ بڑی دیر بعد رابطہ کرتے ہیں۔روحانی تربیت کیلئے رابطہ اور نسبت بہت اہمیت رکھتے ہیں۔آپ جہاں کہیں بھی ہوں رابطہ ضروری ہے۔آج کل تو موبائل کا زمانہ ہے کئی بھائی بلاناغہ ٹیلیفون کرتے ہیں،اس سے سالکین کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔

سلسلہ توحیدیہ ایک مکمل تنظیم ہے اس لئے نظم وضبط کی پابندی لازمی ہے اس سے روحانی ترقی کے علاوہ دنیوی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں اور حلقہ کے بھائیوں کی صحبت اور دوستی کی برکات ملتی ہیں۔ آپ بھائیوں سے رابطہ کریں وہ آپ کی راہنمائی کریں گے اور حلقہ ذکر میں آپ کو لے جائیں گے۔

مورخہ: 11.04.2003

الحمدللہ آپ کی ابتدائی تربیت مکمل ہونے کو ہے۔اس کے بعد آپ کی پیشہ وارانہ ٹریننگ شروع ہوگی۔تو اس میں خوب جی لگا کر پڑھیں اور محنت سے کام سیکھیں۔آگے چل کر آپ نے اسی پیشہ کے ذریعے اپنے بھائیوں کی خدمت کرنی ہے۔فوج کی تربیت کا یہ حصہ ہوتا ہے کہ سپاہی کسی خاص جگہ سے دل نہ لگائے اس لئے ان کے تبادلے ہوتے رہتے ہیں اور پھر اسے واقعی اس کی عادت ہو جاتی ہے اور یونٹ کی تبدیلی سے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔اور اللہ والوں کی صحبت اللہ سے ہوتی ہے اس لئے بقول اقبالؒ: ''مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا''

ہم اللہ کے بندے ہیں اور ہر ملک اللہ کی ملکیت ہے وہ ہمارا ہی وطن ہے۔اس لئے وہ ہر ملک کو اپنا ہی ملک سمجھتے ہیں۔اگر سروس کی مجبوری کی وجہ سے کنونشن میں شرکت نہ کرسکیں تو غم نہ کریں، انشاءاللہ آپ کا حصہ آپ کو وہاں ہی پہنچ جائے گا۔

والسلام

عید میلاد النبی ﷺ

(پیر خان توحیدی)

محسن اعظم محسن انسانیت کے امتی دنیا کے ہر گوشے میں ربیع الاوّل کے مہینے میں عید میلاد النبی ﷺ کے پروگرام منا کر آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتے اور اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں اور جس طرح رمضان المبارک میں گھر گھر قریہ قریہ قرآن کی تلاوت کی مبارک آوازیں فضاؤں کو گرما دیتی ہیں اسی طرح اس مہینے سکول ہوں، بازار ہوں مسجدیں ہوں یا حکومت ہو، ہمہ وقت لغویات او رلہولہب میں مصروف ٹی وی چینلز کم از کم ایک دن کے درود وسلام، لہوالحدیث پر غالب آجاتے ہیں۔

خاتم النبیین ﷺ سے مسلمانوں کا تعلق ہی کچھ ایسی نوعیت کا ہے کہ چاہے وہ سال بھر دین کی تعلیم سے کتنے ہی غافل رہے ہوں، اس مہینے میں وہ رسول اللہ ﷺ سے اپنی نسبت کو کسی نہ کسی شکل میں تازہ کر لیتے ہیں اور کچھ نہیں تو چراغاں کر کے جھنڈیاں لگا کر اپنے دل کی تاریکی میں روشنی کی کچھ رمق پیدا کر لیتے ہیں۔ اخبارات اور رسائل کے کئی ایڈیشن چھپتے ہیں ٹی وی اور ریڈیو پر کئی کئی گھنٹوں کی طویل نشریات ہوتی ہیں۔ عقیدت، محبت، جذبات اور تعظیم کے چرچے ہوتے ہیں۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ فخر موجودات باعث تخلیق کائنات صاحب لوح و قلم احمد مجتبیٰ ﷺ کا ظہور اقدس پوری کائنات پر پروردگار عالم کا سب سے عظیم احسان ہے۔ آپ ﷺ دنیا میں سب سے افضل مقام پر فائز ہیں کلمہ شہادت میں اللہ نے اپنے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نام ملا کر آپ ﷺ کی رفعت کا ثبوت دیا، جس کے ذکر کی کوئی مثال اس سے بالاتر نہیں پائی جاتی۔ آپ ﷺ سے عقیدت اور محبت کا اظہار ایمان کا لازمی تقاضا اور ہماری ہر دھڑکن اور سانس آپ کی محبت کی مظہر ہے۔ یہی ہماری نجات کا راستہ ہے۔

صدیوں کی غلامی اور آزادی کے بعد کی بے راہ روی بھی آپ کے غلاموں کو آپ ﷺ کی محبت آپ کی عقیدت سے محروم کرنے میں ناکام رہی یہی وہ خاص ترکیب ایمانی ہے جو بظاہر ایک سیکولر مسلمان کو بھی شاتمین رسول اللہ ﷺ کے خلاف مظاہروں، دھرنوں اور پر جوش بیانات پر آمادہ کرتی ہے، جو مغرب و مشرق کے اصحاب دانش کے لیے ایک معمہ بنی ہوئی ہے اور وہ اپنی تمام تر قوتوں کے باوجود مسلمانوں کو اس نعمت سے محروم نہ کر سکے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حُبّ رسول ﷺ کا بہترین اظہار صرف جلسوں، جلوسوں، بجلی کے قمقموں اور رنگارنگ محفلوں میں بہترین ترنم کے ساتھ مدح رسول ﷺ کرنے سے ہو سکتا ہے یا قرآن کریم انسانیت کی اس عظیم ہستی سے محبت کے اظہار کا کوئی اور راستہ تجویز کرتا ہے، قرآن کریم نے اس سلسلہ کو محض دو آیات میں آسان بنا کر قیامت تک کے لئے حل کر دیا ہے۔فرمایا گیا: اے نبی ﷺ! لوگوں کو کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو۔ (آل عمران) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی (النساء) گویا کہ اللہ سے محبت کا حق ادا کرنا ہو تو اللہ کے محبوب کی تعریف و توصیف کے ساتھ ان پر ایمان اور ان سے محبت کا اصل طریقہ ان کی اطاعت کو اختیار کرنا ہے۔قرآن نے آپ کی صفات حمیدہ کے حوالے سے جہاں اخلاق کی اصطلاح استعمال کی ہے وہیں رحمت اللعالمین ہیں کہ آپ ﷺ تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے کتاب ہدایت اور سامان رحمت لانے والے ہیں۔اور یہ وہ کلام ہے جو انسانوں کے لئے رحمت ہی رحمت ہے۔اس کی ہر آیت گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر نور کی پاکیزہ کرنوں سے منور کرتی ہے۔اس کلام رحمت میں وہ ہستی جو الرحمٰن اور الرحیم ہے اپنے بندوں کی نادانیوں اور بھول ہی کو نہیں بلکہ جان بوجھ کر غلطیاں کرنے پر بھی رحمت و مغفرت کی امید جگاتا اور بڑے بڑے گناہوں کو اظہار ندامت پر معاف فرمانے کا وعدہ فرماتا ہے۔

ایسا کلام رحمت لانے والا انسانوں کے لئے رحمت نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا۔

آپ ﷺ نہ صرف انسانوں بلکہ تمام موجودات کے لئے رحمت اور شفقت کا مرکز و مظہر ہیں۔ آپ ﷺ ایک صحابی سے جب وہ واقعہ سماعت فرماتے ہیں جس میں اُس نے قبل از اسلام اپنی بیٹی کو ایک غیر آباد کنویں میں ڈال کر مارنا چاہا اور وہ بچی کنویں میں گرائے جانے کے باوجود اپنے شقی القلب باپ کو پیار سے پکارتی رہی تو رحمت اللعالمین آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔ ایک باغ میں تشریف لے جاتے ہیں تو ایک اونٹ کو تکلیف میں ہنکارتے ہوئے دیکھتے ہیں تو رحمت اللعالمین اُس کے مالک کو نصیحت کرتے ہیں کہ اسے مناسب غذا دی جائے اور اس پر زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ پرندوں پر آپ کی رحمت اور شفقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یوم الحساب آپ ﷺ اس چڑیا کے بھی وکیل ہونگے جسے بغیر ضرورت ناحق نشانہ بنایا گیا۔ آپ کے رحمت اللعالمین ہونے کا ایک اور نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ دونوں عالموں یعنی دنیا میں اور آخرت میں امت کے لئے سراپا رحمت اور بخشش کا ذریعہ ہونگے۔ آپ کی رحمت کا ایک اور ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ مشرکین مکہ کو اللہ کے عذاب سے بچانے کے لئے اتنے مصروف رہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان کے غم میں خود کو نہ گھلائیں آپ ان پر وکیل نہیں ہیں آپ کا کام صرف دعوت دینا ہے۔ آپ کی یہی محبت و لگن تھی کہ جب تک آپ اس دنیا میں رہے اپنے ہر ہر عمل سے امت کے لئے آسانی کی شکل نکالی اور ایسے ہی عالم آخرت میں اللہ کے ان بندوں کی اللہ کے حکم سے شفاعت فرمائیں گے جنہوں نے حق کی خاطر اپنے نفسوں اور اموال کو اللہ کی راہ میں لگایا۔ گویا آپ دونوں عالموں میں رحمت ہی رحمت ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ سے تعلق اور محبت کا اہم ترین تقاضا صرف یہی نہیں کہ محض سال میں ایک دو دن ان کی یاد میں جھنڈیاں لگا کر بجلی کے قمقمے جلا کر نعرے لگا کر لنگر بانٹ کر اور جشن

منا کر آپ کی محبت وشفقت کا قرض اُتار دیا بلکہ اللہ کے رسول ﷺ سے تعلق اور محبت کا اہم ترین تقاضا نظامِ ظلم وکفر کے خلاف جہاد اور بھلائی کے قیام کے لئے اپنے گھروں میں معاشرے میں تجارت میں سیاست میں غرض زندگی کے ہر معاملے میں بندگی واطاعت کو صرف اور صرف اللہ اور رسول ﷺ کے لئے خالص کر دینا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ جس دل میں حُب رسول ﷺ نہیں وہ دل ویران ہے وہ دل مردہ ہے کیونکہ ایمان کی اصل شرط ہی حُب رسول اور اطاعت رسول ﷺ ہے۔زبان سے اگر کوئی لاکھ بار حُب رسول کا دعویٰ کرے لیکن رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہ کرے تو اس کے عمل کی مثال اُس کھوٹے سکے کی طرح ہے جس سے آپ کچھ بھی نہیں خرید سکتے یا اس گھٹیا مال کی طرح ہے جس کا کوئی خریدار نہیں ۔اللہ سبحانہ تعالیٰ نے موت اور حیات کا سلسلہ اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے (الملک)اور رسول ﷺ نے فرمایا جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے طریقے کے مطابق نہ ہو تو وہ عمل مردود ہے،اور امام مالک نے فرمایا سنت نبوی ﷺ نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے جو اس میں سوار ہوا تو اُس نے نجات پائی اور جو پیچھے رہا غرق ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق سے قبل عالم بالا میں تمام انبیاء مرسلین علیہ السلام کی ارواح مقدسہ سے حضور رسالت مآب ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا عہد لیا۔ حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میں حضرت محمد ﷺ کو پیدا نہ کرتا تو میں نہ صرف کائنات تخلیق کرتا بلکہ اپنی ربوبیت کا اظہار بھی نہ کرتا ۔حضور ﷺ ہی وجہ تخلیق کائنات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اگر تم گننا چاہو میری نعمتوں کو تو تم ان کا شمار نہیں کر سکتے (ابراہیم ۳۴)انعامات کے عطا کرنے پر ربّ العزت نے کہیں بھی اپنی مخلوقات پر احسان نہیں جتلایا لیکن جب حضور محسن انسانیت ﷺ کی بعثت کا ذکر فرمایا تو ارشاد ہوا ' بے شک

اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بڑا ہی احسان کیا ہے کہ ان میں سے ہی ایک رسول ﷺ مبعوث فرمایا جو ان میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی آیات پڑھتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور انہیں دانائی سیکھاتا ہے۔(آل عمران ۱۶۴) آپ ﷺ نے بھی اس احسان عظیم کی لاج رکھی اور بھٹکے ہوئے انسانوں کو اللہ کی طرف راغب اور متوجہ کیا۔ تمام انبیاء کرام نے بھی معراج کی شب بیت المقدس میں حضور ﷺ کی امامت میں نماز ادا کرتے ہوئے عالم بالا میں اللہ تعالیٰ سے تخلیق کائنات سے قبل کیئے گئے عہد کی عملی طور پر نہ صرف تجدید کی بلکہ حضور ﷺ کی فضیلت اور برتری کے آگے سرنگوں ہو گئے ۔قیامت کے دن بھی تمام انبیاءو مرسلین حضور ﷺ کے پرچم تلے جمع ہونگے اور آپ ﷺ ہی غریبوں کے ملجا، یتیموں کے والی اور گنہگاروں کی بخشش کا ذریعہ اور وسیلہ ہونگے۔

ایسے کریم، رحیم اور عفوودرگزر کرنے والے نبی ﷺ کی امت کو اپنے ہادی و رہبر کی یاد ضرور منانی چاہیئے بلکہ ہر وقت منانی چاہیے ہر جگہ منانی چاہیے یہی نہیں کہ سال میں ایک دو دن محفلیں سجا کر جھنڈیاں لگا کر جلسے جلوس نکال کر محبت اور شفقت جتلا کر پھر دنیاوی خرافات میں گم ہو کر سب کچھ بھلا دیا جائے۔ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہم نبی رحمت ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقوں پر کتنا عمل کرتے ہیں ۔ ہمارے روزمرہ کے معمولات کیسے ہیں اور کیا وہ ہمیں اپنے پیارے رسول ﷺ کے قریب کرنے والے ہیں اور کیا وہ اللہ ربّ العزت کو پسند ہیں اگر ایسا نہیں تو پھر جتنے نعرے لگائیں جتنی جھنڈیاں لگائیں جتنی سبیلیں لگائیں سب دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنے حبیب ﷺ کی غلامی اور اطاعت میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

سیرت النبی ﷺ اور ہمارا طرز زندگی

(عبدالقیوم ہاشمی)

عظمت مصطفیٰ ﷺ کے اعتبار سے یہ بات ہمیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ آپ ﷺ کی عظمت کا بیان کرنا تو در کنار اسکا شعور وادراک اور فہم بھی ہمارے لیے ناممکنات میں سے ہے۔ سادہ سی بات ہے کہ ایک ڈاکٹر یا سائنس دان کے علم و کمال کے مرتبے کو کوئی ڈاکٹر یا سائنسدان ہی بہتر سمجھ سکتا ہے۔لہٰذا ایک نبی کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ یہ صرف کسی نبی ہی کے لیے ممکن ہے کہ اس کا اندازہ کر سکے کسی غیر نبی کے لیے یہ عقلاً محال ہے۔ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے بالا مقام کسی نبی کا نہیں لہٰذا کسی نبی اور رسول کے لیے بھی یہ ممکن نہیں کہ حضور پاک ﷺ کے مقام کا تعین کر پائے۔لہٰذا یہ بات واضح ہو گئی کہ ہم صرف آپ ﷺ کی فرمانبرداری اور آپ ﷺ کی سیرت اور اسوہ حسنہ کی پیروی کرنے تک محدود ہیں، عظمت مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت اور مرتبہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جان سکتا۔اسی بات کو غالبؔ نے بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

ترجمہ: ''کہ ہم نے حضور اکرم ﷺ کی مدح و تعریف کو خدا کے حوالے کر دیا ہے، ہم اسکی کوشش ہی نہیں کرتے کیونکہ وہی ذات پاک محمد الرسول اللہ ﷺ کے اصل مقام و مرتبے سے واقف ہے۔''

شاعر دربار مصطفیٰ ﷺ حضرت حسان بن ثابتؓ نے درج ذیل اشعار میں جو آپ کی مدحت فرمائی وہ شان مصطفیٰ میں حرف آخر ہیں۔

و احسن منک لم ترقط عینی (آپ ﷺ سے زیادہ حسین کسی کی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا)

و اجمل منک لم تلد النسا (اور آپ سے زیادہ حسن و جمال کا پیکر کسی ماں نے جنا ہی نہیں)

خلقت مبرا من کل عیب (آپ ﷺ تو ہر قسم کے عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں)

کانک قد خلقت کما تشا (گویا کہ آپ جیسا چاہتے تھے ویسے ہی آپ کی تخلیق کی گئی)

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور مقرب لوگوں میں شامل ہونے کے لیے ہر شخص کو اللہ کی محبت درکار ہے اور حصول محبت الٰہی کے لیے واحد وسیلہ آپ ﷺ کا اُسوہ حسنہ کی پیروی کرنا یعنی آپ ﷺ کی اتباع اور نقش قدم پر چلنا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

ترجمہ ''اے پیغمبر ﷺ! ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرے نقش قدم پر چلو اللہ تم سے محبت کرے گا''۔ اس آیت مبارکہ سے یہ واضح ہوا کہ ہر شخص کا اللہ کے ہاں مقام و مرتبہ کا تعین بھی رسول کریم ﷺ کی اتباع سے مشروط ہے۔ اس لیے ہمارے ایمان اور یقین میں اضافہ اسی قدر ہو گا جس قدر ہم نبی کریم ﷺ کے اسوہ مبارکہ اور نقش قدم پہ چلیں گے۔ چنانچہ اللہ کے پسندیدہ بندوں میں شامل ہونے کے لیے ہماری تمام تگ و دو نبی کریم ﷺ کے اوصاف کو اپنی شخصیت کا حصہ بنانے میں صرف ہونی چاہیے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: ''کیا تم نے قرآن کا مطالعہ نہیں کیا! حضور اکرم ﷺ کا خلق (اوصاف) قرآن ہی ہے۔'' گویا قرآن کے معیاری و مثالی اور کامل نمونہ انسان کی مثال حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک ہے۔ اسی لیے تمام مومنین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلیں تا کہ اللہ کے محبوب بندوں میں شامل ہو جائیں۔ مختصر طور پر وہ قرآنی حوالہ جات پیش ہیں جن میں واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان اور مومن کی ذات میں اعلیٰ اخلاقی صفات دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات میں خدا کے مقبول اور مقرب بندے انہی لوگوں کو قرار دیا گیا ہے جو حسن نیت، حسن عمل اور پاکیزہ اخلاق سے آراستہ ہوں۔ آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق بلند ہے۔

سورۃ فرقان میں اللہ کے پسندیدہ بندوں کی تصویر کچھ اسطرح کھینچی گئی ہے۔

☆......وہ زمین پر نرم روی کی چال اختیار کرتے ہیں۔

☆......جب جاہلوں سے واسطہ پڑ جائے تو سلام کہہ کر کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔

☆......وہ راتوں کو جاگ کر اللہ کی بندگی بجالاتے ہیں۔

☆......وہ خرچ میں نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل بلکہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔وہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے۔

☆......وہ ناحق کسی کی جان نہیں لیتے۔ ☆......وہ بدکاری یعنی زنا سے اجتناب کرتے ہیں۔

☆......وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ ☆......وہ فضول ولغو باتوں سے بچتے ہیں۔

سورۃ مومنون میں قرآن کے مطلوبہ انسان کی تصویر یوں دی گئی ہے:

☆......ان کی نمازوں میں خشیت الٰہی کا رنگ غالب ہوتا ہے۔

☆......وہ اپنی آبرو اور عصمت کی حفاظت کرتے ہیں۔

☆......وہ امانتوں اور وعدوں کے امین ومحافظ ہوتے ہیں۔

پھر سورۃ توبہ میں انکا نقشہ کچھ اسطرح پیش کیا گیا ہے:

☆......وہ اپنے گناہوں پر توبہ کرنے والے ہوتے ہیں۔☆......خدا کی حمد کے خوگر ہوتے ہیں۔

☆......وہ اللہ کی راہ میں گھروں سے نکلتے ہیں۔ ☆......وہ رکوع وسجود کرتے ہیں۔

☆وہ بدیوں کی روک تھام کرتے ہیں☆......وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کے سختی سے پابند ہوتے ہیں

سورۃ شوریٰ میں اہل ایمان کے اوصاف کچھ اس طرح بیان ہوئے ہیں:

وہ اپنے رب پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں اور بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں۔ ☆......وہ غصہ کی حالت میں بھی معاف کردیتے ہیں۔

☆......وہ اپنے پروردگار کی پکار پر جواب دیتے ہیں۔☆......نماز ادا کرتے ہیں۔

☆......انکے کام باہمی مشاورت سے سرانجام پاتے ہیں۔

☆......جو کچھ ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

جوخدا کی راہ میں لڑتے اور انتقام حق لیتے ہیں برائی کا بدلہ اسی قدر ہے اور اگر کوئی معاف کر دے اور نیکی کرے تو اسکا ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔

قرآن اور معلم قرآن نے مزید جو صفات بیان کی ہیں وہ یہ کہ اللہ کے پسندیدہ بندے وہ ہیں:

☆......جو صحبت صالح اختیار کرتے اور بھلے لوگوں کے ساتھ رفاقت رکھتے ہیں ۔وہ باہمی محبت کرنے والے، صدقہ و خیرات میں سبقت کرنے والے، کھرے، حق گو، نفاق سے پاک، صابرو شاکر، وفاشعار، بلند اخلاق، بزم خواور اللہ کے کلمے کو بلند (یعنی قرآن کے پیغام کو پھیلانے میں) محنت اور کوشش کرتے ہیں ۔ان خوبیوں کے ساتھ جن برائیوں سے وہ سختی کے ساتھ بچتے ہیں۔ ان کا ذکر بھی جابجا کیا گیا ہے۔

جھوٹ، غیبت، بدگوئی، بدگمانی، سوءظن، وعدہ خلافی، الزام تراشی، خوشامد، بخل، حسد، کینہ سے اسطرح بچتے ہیں جس طرح سارے انسان سانپوں سے بچتے ہیں۔الغرض قرآن کا پسندیدہ انسان دین سے مخلصانہ محبت کا حامل ہوتا ہے۔اور اس کے لیے ہر طرح کی قربانی دے سکتا ہے۔وہ دین کی معرفت یعنی علم دین حاصل کر کے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام سے آگاہ ہوتا ہے۔وہ دین کے راستے میں ہر مشکل وقت میں استقامت دکھاتا ہے۔اور دینی خدمات میں دوسروں سے سبقت حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے۔یہ ہیں وہ چند قرآنی مطلوبہ صفات جو اگر کوئی شخص اپنے اندر پیدا کرلے تو حقیقی معنوں میں اللہ اور رسول کریم ﷺ کا پسندیدہ انسان بن جاتا ہے۔ اب یہ ہر انسان کو چاہیے کہ مذکورہ خوبیوں کو اپنے اندر بتدریج بڑھاتا جائے اور برائیوں کو اپنے اندر سے کم کرتا جائے یہی وہ قرآنی اوصاف ہیں جو سیرت مصطفی ﷺ میں کمال درجہ تک پہنچے اور تمام انسانیت کے لیے بالعموم اور مسلمانوں کے لیے بالخصوص اسوہ حسنہ بنے اس لیے ہمارا طرز زندگی اس نہج پر ہونا چاہیے۔سیرت مصطفی ﷺ ہم سے یہی تقاضہ کرتی ہے۔

شیخ سلسلہ قبلہ محمد یعقوب صاحب کی مصروفیات

(ماجد محمود توحیدی)

مورخہ: 01.01.2015 :

ایمن آباد کے بھائی محمد مالک صاحب نے عمرہ کی سعادت کے لیے جانا تھا۔انہوں نے اپنے گھر قبلہ حضور کو دعوت دی۔بابا جان گوجرانوالہ کے بھائیوں محمد ریاض، احمد رضا اور حمید اللہ کے ساتھ ان کے گھر تشریف لے گئے۔انہوں نے اپنے دوست احباب اور رشتہ داروں کو بھی دعوت دی ہوئی تھی۔خوب پریم کی محفل جمی۔بابا جان ظہرانے کے بعد مرکز تعمیر ملت واپس تشریف لے آئے۔

مورخہ: 04.01.2015 :

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے مرکز تعمیر ملت گوجرانوالہ میں ماہانہ اجتماع اور ولادت آقا نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سلسلے میں اجتماع ہوا۔اس بابرکت موقع پر بابا جان قبلہ محمد یعقوب خان کے چھوٹے صاحبزادے محترم محمد علی کی شادی، جو چند دن پہلے ہی ہوئی تھی، بابا جان کے طرف سے بھائیوں کو دعوت ولیمہ دی گئی۔مضافات کے حلقہ جات، گکھڑ، ڈسکہ، نوشہرہ ورکاں، نوکھر اور گوجرانوالہ کے خادمان حلقہ اور بھائیوں کو مدعو کیا گیا تھا۔

صبح نو بجے بھائیوں کی آمد شروع ہوگئی اور برآمدے میں لگی کرسیوں پر محفل جمی۔

گیارہ بجے تقریب کا باقاعدہ آغاز اجتماعی قرآن خوانی سے ہوا۔تلاوت کلام پاک کے بعد حلقہ ذکر ہوا جو کہ گوجرانوالہ کے بھائی محمد ریاض نے کروایا۔حلقہ ذکر کے بعد بارگاہ رسالت میں نذرانۂ عقیدت کا سلسلہ شروع ہوا سب سے پہلے نوکھر کے بھائی ماجد محمود نے مظفر وارثی کا مشہور و معروف کلام "میرا پیامبر عظیم تر ہے" ہدیہ نعت پیش کیا۔اس کے بعد ڈسکہ کے بھائی عبدالرشید ساہی صاحب نے اپنے محبت بھرے انداز میں اللہ کے حبیب ﷺ کے حضور ہدیۂ

نعت پیش کیا۔ سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے گکھڑ کے بھائی عبدالقیوم ہاشمی صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ آج نبی پاک ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنی شخصیت کا حصہ بنانے کی ضرورت ہے چونکہ قرآن ہی آپ ﷺ کا اخلاق مبارک تھا اس لیے آج ہمیں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم اپنے آپ کو قرآنی تعلیم کے مطابق ڈھالیں۔ سب سے آخر میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب نے مسلمانوں کی نشاط ثانیہ کیلئے عملی طور پر پکا مومن بننے کی ضرورت پر زور دیا اور فرمایا کہ سلسلہ توحیدیہ کی بنیاد اسی بات پر رکھی گئی ہے کہ ایک طرف تو انفرادی شخصیت کی تکمیل ہو سکے تو دوسری طرف معاشرہ واقعی اسلامی معاشرہ بن سکے۔ سلسلہ کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے ہمیں اس کے فروغ کے لئے کوشش کرنی ہے۔ آخر میں ساری اُمت مسلمہ کی فلاح و بہبود کے لیے دُعا کی گئی کہ ہمیں نبی پاک ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے پھر سے قرونِ اولی والا ایمان نصیب ہو اور وہی مقام عطا ہو جو کبھی ہمارا طرۂ امتیاز تھا۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے فرمایا

''مسلمانو! یاد رکھو کہ تمہاری انفرادی اور قومی تباہی کی سب سے بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ تم نے قرآن کے خلاف عقیدے گھڑ لئے ہیں اور اِن پر قائم ہو کر قرآن اور اللہ کو پسِ پشت ڈال دیا ہے۔ آج تم قرآن اور اللہ کی طرف لوٹ آؤ کل تم کو وہی عزت پھر حاصل ہو جائے گی جو قرونِ اُولیٰ میں تھی۔ (اقتباس از **تعمیر ملت**)

دِل کی دنیا

(حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ)

ہم اور آپ انسان ہیں، ہمیں اپنے انسان ہونے پر فخر بھی ہے، لیکن کبھی آپ نے غور کیا کہ ''**انسان**'' کہتے کسے ہیں؟ کیا انسان اس گوشت پوست، ان ہاتھ پاؤں، ناک، کان اور اس ظاہری ڈھانچے کا نام ہے؟ کیا انسان کا لفظ صرف ہمارے ظاہری جسم اور اعضاء و جوارح کیلئے وضع ہوا ہے؟ آپ غور کریں گے تو ان سوالات کا جواب آپ کو نفی میں ملے گا، اس لئے کہ واقعات اس کی تردید کرتے ہیں، اس بات کو ذہن نشین کرنے کیلئے ایک مثال پر غور کیجئے۔

زید ایک انسان ہے، اپنی زندگی میں وہ اپنے مال و دولت اور جائیداد کا مالک ہے، اپنی بیوی کا شوہر ہے اپنے دفتر کا افسر ہے، اپنے ماتحتوں پر اس کا حکم چلتا ہے، اس کے چھوٹے اس سے ڈرتے ہیں، جب تک اس کے سینہ میں آخری سانس باقی ہے اس وقت تک کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کا مال لے اُڑے، یا اس کی جائیداد پر قبضہ کر بیٹھے، یا اس کی بیوی کو اپنی بنالے، اگر کوئی ایسا کرے گا تو قانون زید کی پشت پناہی کیلئے موجود ہے، قانوناً وہ شخص سزا کا مستحق ہوگا۔

لیکن جہاں آخری سانس اس کے منہ سے نکلا تو نہ وہ مال و دولت کا مالک رہا، نہ زمین جائیداد کا، نہ بیوی اس کی رہی، نہ اس کے ماتحت، اس کی لاش صحیح سالم ابھی گھر میں موجود ہے، لیکن اس کی تمام دولت کسی اور کی ہو چکی ہے، جو مکان اس نے اپنے لئے تعمیر کیا تھا، اب غیروں کی ملکیت ہے، جن نوکروں پر وہ حکم چلاتا تھا اب وہ کسی اور کے چشم و ابرو کو دیکھتے ہیں۔

اگر انسان اس گوشت پوست اور ظاہری ڈھانچہ کا نام تھا تو سوال یہ ہے کہ یہ اتنا بڑا انقلاب کیسے رونما ہو گیا۔ اس کا جسم وہی جسم ہے، اس پر وہی گوشت پوست اب بھی موجود ہے،

اس میں ہاتھ پاؤں اور ناک کان اسی طرح لگے ہوئے ہیں، لیکن اب اس کو کوئی انسان کیوں نہیں کہتا؟ اب اسے انسانی حقوق کیوں حاصل نہیں؟

معلوم ہوا کہ ''زید'' صرف گوشت پوست اور ظاہری ڈھانچہ کا نام نہیں تھا، سوال یہ ہے کہ وہ پھر کس چیز کا نام تھا؟ دیکھیں کہ ''زید'' کی لاش میں وہ کونسی چیز ختم ہوگئی ہے جس کی بناء پر اب اسے انسان نہیں کہا جاتا؟...... ذرا سا غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ ''زید'' کی لاش میں اور تمام چیزیں موجود ہیں، صرف ایک چیز کی کمی ہے اور وہ ہے، "روح" اسی روح کی کمی سے اب زید وہ زید نہیں رہا جو کبھی کوٹھی بنگلوں کا مالک تھا، اور جس کا اسکے ماتحتوں پر حکم چلا کرتا تھا۔

اس تشریح سے واضح ہوگیا کہ انسان صرف گوشت پوست اور جسم کا نام نہیں ہے، بلکہ جسم اور روح کے مجموعہ کا نام ہے، جب تک روح کا تعلق جسم کے ساتھ قائم رہتا ہے اس وقت تک انسان، انسان کہلاتا ہے اور جب روح جسم کی قید سے آزاد ہوجاتی ہے تو پھر وہ ایک بے جان لاش بن جاتا ہے، انسان نہیں رہتا۔

انسان میں دو قسم کے جہان پائے جاتے ہیں، ایک جسم اور مادہ کا جہان، جسے ہم آنکھوں سے دیکھ کر اور ہاتھوں سے چھو کر محسوس کر لیتے ہیں اور اس جہان کے ساتھ ایک باطنی جہان اور ہے، جسے ہم نہ دیکھ سکتے ہیں نہ چھو سکتے ہیں۔ اس باطنی دنیا میں ''روح'' آباد ہے، اس پوشیدہ دنیا میں دل دھڑکتا ہے، اسی میں خواہشیں جنم لیتی ہیں، اسی میں اُمنگیں اور آرزوئیں پروان چڑھتی ہیں، اسی میں سرور اور غم، نفرت اور محبت، ایثار اور بغض جیسے جذبات پرورش پاتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہی پوشیدہ دنیا جسے ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، انسان کی اصل دنیا ہے، جب تک اس دنیا کا نظام چلتا رہتا ہے اسی وقت تک انسان زندہ رہتا ہے اور اسے معاشرے میں تمام انسانی حقوق حاصل ہوتے ہیں، لیکن جہاں یہ نظام بند ہوجاتا ہے وہیں انسان مردہ کہلانے لگتا ہے، اور اس کے تمام حقوق سلب ہوجاتے ہیں۔

پھر جس طرح انسان کا ظاہری جسم کبھی تندرست ہوتا ہے اور کبھی اسے بیماریاں لگ

جاتی ہیں، اسی طرح روح بھی کبھی صحت مند ہوتی ہے اور کبھی بیمار ہوجاتی ہے جس طرح زکام، نزلہ، بخار اور مختلف قسم کے درد جسم کی بیماریاں ہیں، اسی طرح غم و غصہ و خودغرضی، تکبر، ریاء اور خود پسندی روح اور دل کی بیماریاں ہیں۔

اسلام چونکہ زندگی کا ایک ہمہ گیر نظام ہے، اس لئے اس نے انسان کی ان دو حیثیتوں کو نظر انداز نہیں کیا، اس نے جہاں ہمارے ظاہری جسم کے متعلق ہمیں کچھ ہدایات دی ہیں، وہاں ہمارے دل کی پوشیدہ دنیا سے متعلق بھی ہمیں کچھ احکام بتلائے ہیں، جس طرح ہماری ظاہری زندگی میں وہ ہمیں نماز، روزہ، حج اور زکواۃ جیسے بہترین اعمال کو اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے، اور کچھ برے کاموں سے روکتا ہے، اسی طرح ہماری باطنی زندگی میں اپنے آپ کو کچھ بہترین صفات سے آراستہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور کچھ رذیل صفات سے پاک کرنے کا۔

اسلام کے جو احکام ہماری ظاہری زندگی سے متعلق ہیں وہ علم فقہ کا موضوع ہیں اور جو احکام ہمارے باطن کی پوشیدہ دنیا سے تعلق رکھتے ہیں وہ علم تصوف میں بیان کیے جاتے ہیں۔

لہٰذا علم تصوف کا موضوع ہمارے دل کی وہ دنیا ہے جو ہمیں اپنی آنکھوں سے نظر نہیں آتی، مگر اس کا ہماری زندگی سے نہایت گہرا تعلق ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ دل کیا ہے؟ طبیبوں اور ڈاکٹروں سے پوچھئے تو وہ اس کا جواب یہ دیں گے کہ دل گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جو انسان کے سینے میں بائیں جانب لٹکا ہوا ہے، اور اس کے جوف میں سیاہ قسم کا جما ہوا خون ہوتا ہے، جو سویدا ءقلب کہلاتا ہے اور جب یہ لوتھڑا خون کو پمپ کر کے باہر کی طرف پھینکتا ہے تو اس کو دل کی دھڑکن سے تعبیر کرتے ہیں، اسی طرح روح اطباء کے نزدیک اس بھاپ او راسٹیم کا نام ہے جو قلب کے اندر خون میں پیدا ہوتی ہے، اور شریانوں کے ذریعے سارے بدن میں پہنچ جاتی ہے۔

لیکن تصوّف میں جس چیز کو دل اور روح کہا جاتا ہے وہ اس ظاہری روح اور دل سے کسی قدر مختلف ہے تصوف کی اصطلاح میں ''دل'' اور '' روح'' دو لطیف قوتیں ہیں جو انسان کے خالق نے اس ظاہری قلب و روح کے ساتھ پیدا کی ہیں، جس طرح آنکھ دیکھنے کی، کان سننے

کی اور ہاتھ چھونے کی طاقت رکھتے ہیں، اسی طرح خون کا یہ لوتھڑا جسے ''دل'' کہتے ہیں، خواہشیں کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔تصوف کی اصطلاح میں دل اسی طاقت کا نام ہے جو انسان میں مختلف خواہشات اور جذبات پیدا کرتی ہے۔

دل اور روح کی یہ لطیف اور پوشیدہ قوتیں ہمارے ظاہری قلب کے ساتھ کیا جوڑ رکھتی ہیں؟ ان دونوں میں باہم کیسا ربط ہے؟ اس کی حقیقت ہم نہیں جانتے۔ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ ان دونوں میں باہم گہرا ربط ہے، کس طرح ہے؟ یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے، جس نے یہ جوڑ پیدا کیا ہے، جس طرح ہمیں یہ معلوم نہیں کہ مقناطیس اور لوہے میں کیا ربط ہے؟ مقناطیس روئی اور کاغذ کو کیوں نہیں کھینچتا؟ اسی طرح ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ قلب وروح کی یہ پوشیدہ قوتیں خون کے اس لوتھڑے سے کیا جوڑ رکھتی ہیں؟ اسی لئے جب مشرکین نے روح کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا تو اس کے جواب میں یہی کہا گیا کہ ﴿قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ﴾

''یعنی روح ایک امرِ ربّی ہے، جس کی حقیقت تم نہیں جان سکتے۔''

تصوف ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ دِل کی یہ پوشیدہ دنیا انسان کی ظاہری دنیا کی بنیاد ہے، اور اسی پر انسان کا بناؤ اور بگاڑ موقوف ہے ۔اگر دل کی یہ دنیا صحیح ہے، اس کا نظام ٹھیک ٹھیک چل رہا ہے، اس میں صحیح خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔صحیح جذبات جنم لیتے ہیں تو انسان صحت مند ہے اور اگر اس کا نظام گڑبڑ ہے تو انسان کی ظاہری زندگی کا نظام بھی گڑبڑ ہو جاتا ہے، سرکارِ دو عالم ﷺ نے اسی حقیقت کو آج سے تیرہ سو سال پہلے اس طرح بیان فرمایا تھا۔

ترجمہ: خبردار! جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست رہے تو پورا جسم درست رہتا ہے، اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔''

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی انفرادیت وتعلیمات (اظہار خیال)

(عزیز عارف توحیدی راولپنڈی)

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تمام تعلیمات قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ کے عین مطابق ہیں اور توحید باری تعالیٰ کے عقیدے پر پورے استحکام سے ڈٹے رہنے کا حکم ہے۔ دوسرے مسالک کے پیروکاروں سے الجھنے اور بحث کرنے کی بھی اجازت ہمیں نہیں ہے ۔قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا صاف اور واضح فرمان ہے کہ ''یہ لوگ جن باتوں پر جھگڑتے ہیں قیامت کے دن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ سچا کون تھا''۔

قبلہ انصاری رحمتہ اللہ فرماتے تھے ''جھگڑنے اور بحث کرنے سے سوائے تضیع اوقات اور دلوں میں بدمزگی پیدا کرنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بحث کرنے سے کوئی بھی شخص اپنا عقیدہ بدلا نہیں کرتا''۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا یہ خاصا ہے کہ یہاں پیر صاحب کو مافوق الفطرت بالکل نہیں سمجھا جاتا البتہ سچا خدا رسیدہ اور رُشد وہدایت کا اہل ہونے کا درجہ دیا جاتا ہے۔ہم جس راہ کے مسافر اور جس منزل کے راہی ہیں اُس کا سفر نہایت کٹھن ،دشوار گزار،ان دیکھا اور انجانا ہے مرشد کریم چونکہ اس راستہ کو طے کر چکے ہوتے ہیں لہٰذا ان کی ہدایات پر آنکھ بند کر کے چلنا پڑتا ہے ورنہ بھٹکنے اور تباہ ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ہمارے سلسلے میں قرآن وسنت رسول ﷺ کے برعکس نہ تو رہبانیت کی تعلیم دی جاتی ہے اور نہ ہی دنیا سے نفرت وحقارت کی ۔چنانچہ بانیٔ سلسلہ کا فرمان ہے ''خوب محنت کیجئے'' ''خوب روپیہ کمایئے'' دنیا میں قابل قدر مقام حاصل کیجئے لیکن غرور اور تکبر سے دور رہیں اور جو کمایا اُسے خود پر اور اپنے متعلقین پر خرچ کیجئے ۔اسراف سے بچئے اور باقی کا روپیہ قوم ،ملک اور خلق خدا کی خدمت میں لگا دیجئے ''ہمارے ہاں کشف وکرامات کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی ۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم پر عمل کرنے کا آخری مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب عرفان اور رضا کا حصول ہے اور جب یہ ممکن ہو اور نصیب ہو جائے تو مخلوق خدا کی خدمت کی جائے۔ اس حساب سے ہمارا سلسلہ اپنا ثانی نہیں رکھتا یعنی "Second to none" ہے۔ مسلسل عمل جدوجہد تعلیم و تجربہ میں اضافہ اور انسانیت کی تعمیر و ترقی کا درس دیتا ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کائنات ارضی پر یہ واحد سلسلہ تصوف ہے جس کی اساس بھی توحید ہے اور جس کی انتہا بھی توحید ہے۔

مرکزیت اور سلسلے کا رنگ خالص رکھنے کی غرض سے موجودہ شیخ سلسلہ (بانیٔ سلسلہ کی وصیت کے مطابق) ایک ہی خلیفہ مقرر کرنے اور وہ بھی خاندان سے باہر کے کسی اہل مرید کو مقرر کرنے کا حکم ہے جس کے باعث سلسلہ عالیہ توحیدیہ گدی نشینی نظام کی خرافات سے پاک ہے اور خالص توحیدی رنگ جاری و ساری ہے۔

مسلمانان عالم بالعموم اور مسلمانان پاکستان بالخصوص نوے فیصد سے زیادہ قرآن کی اصل تعلیمات سے بے بہرہ ہیں عمل کرنا تو دور کی بات ہے ہم لوگ تو قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ کے بجائے رسوم پرستی اور روایت کو اسلام سمجھ رہے ہیں فرائض کو فراموش کر کے فروعات میں پڑے ہوئے ہیں ہماری نمازیں اور دیگر عبادات محض رسماً ادا کی جاتی ہیں اسی لئے بے اثر ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگنے اور اُس پر یقین رکھنے کی بجائے ہمارے اذہان وقلوب میں "ارباب من دون اللّٰہ" گھسے ہوتے ہیں بقول علامہ اقبالؒ

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نومیدی مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

نام کے ساتھ توحیدی کا لاحقہ لگا لینے سے کچھ حاصل نہ ہوگا تاوقتیکہ ہم خود کو شرک خفی تک سے پاک نہیں کر لیتے ایک مرتبہ راقم الحروف کو قبلہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضری کا شرف نصیب ہوا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ "ہم نے اپنے ایک مرض کے لئے دوا کھائی اور کہہ بیٹھے کہ اس دوا سے ہمیں افاقہ ہوا" توبہ توبہ! پھر اس قدر ٹھکائی ہوئی کہ اس کے بعد کبھی بھول کر بھی

نہیں کہا کہ دوا سے فائدہ ہوا بلکہ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ اللہ نے ایسا کیا دوا تو محض ایک سبب تھی۔

ہم نے تو ان اولیائے کامل ہی کو گواہ بنا کر اللہ سے عہد کر رکھے ہیں جس کے لئے ہم اپنے خالق و مالک کے سامنے جوابدہ اور قابل مواخذہ ٹھہریں گے کہ ہم اللہ کو ذات وصفات میں یکتا اور بے مثل سمجھیں گے اور حال ہمارا یہ ہے کہ توحیدی ہونے کے باوجود کسی انسان کے سامنے کوئی غلط کام کرنے سے ہم ضرور ہچکچاتے ہیں جبکہ وہی کام اللہ کے سامنے ہم کر گزرتے ہیں۔

بانیٔ سلسلہ رحمتہ اللہ علیہ ہم لوگوں کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی طرز پر تیار کر کے احیائے دین کا کام لینا چاہتے تھے جس کے لئے انہوں نے اپنی حیات مبارکہ میں کامل اولیاء کی ایک جماعت تیار کر لی۔ نہایت قلیل عرصے میں اصلاح معاشرہ کی اس تحریک نے نمایاں ترقی کی مگر جو معیار قبلہ انصاریؒ نے طالبوں کو متعارف کرا کے سلسلے میں شامل کرنے کے لئے مقرر فرمایا تھا شاید اُسے Relax یا Compromising کر دیا گیا ہے جس کے باعث کچھ تو خودغرض اور روایت پرست قسم کے لوگ حلقہ میں شامل ہو گئے۔ بانیٔ سلسلہ کا فیض تو عام تھا، روحانی ترقی تو بھلے سب نے کی مگر وطن عزیز میں جاری روایتی پیری مریدی ذہنوں میں لئے جو لوگ سلسلے کا حصہ بنے تھے وہ قبلہ انصاریؒ سے وقتِ بیعت کیا ہوا وعدہ اور طریقت توحیدیہ میں دیا گیا آئین سلسلہ فراموش کر بیٹھے اور یوں سلسلہ کی تقسیم اور ڈیڑھ اینٹ کی مساجد بننا شروع ہو گئیں کچھ لوگوں کا استدلال ہے کہ تعلیم تو باباجیؒ ہی کی ہے مگر راقم کا اس موقف سے اختلاف ہے۔ یہ باباجیؒ کی تعلیم اور وصیت کی صریحاً خلاف ورزی ہے ورنہ قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک خلیفہ اور اس کی شیخ سلسلہ کے ساتھ رشتہ داری نہ ہونے کی شرط کیوں مقرر فرمائی تھی۔ قبلہ انصاری صاحب کی وصیت کو ان کے وصال کے بعد کیسے بدل سکتا ہے۔

جو لوگ قبلہ حضورؒ کی تعلیم کی روح کو سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ کیا خاک سمجھے ہیں جن لوگوں نے خلیفہ اوّل کے وقت ہی سے اختلاف شروع کر دیا تھا کیا وہ قبلہ انصاری صاحبؒ سے

زیادہ باخبر اور باشعور تھے انہیں تو یہ بھی یاد نہیں رہا ہوگا کہ "مرشد کا ہر حکم بلا چون و چرا مانوں گا خواہ اس کے منافع اور مصالح میری سمجھ سے بالاتر ہی کیوں نہ ہوں" قبلہ عبدالستار خان رحمتہ اللہ علیہ کے بعد ان کے داماد خودساختہ شیخ سلسلہ بن بیٹھے۔ پھر یہ سعادت طریقت توحیدیہ میں دیئے گئے بانی سلسلہ کے طریق کار کے مطابق قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کے حصہ میں آئی جن کا انتخاب مجازین کرام کی اکثریت نے اکثریت رائے اور بالاتفاق کیا تھا قبلہ خواجہ محمد صدیق ڈارؒ نے پیرانہ سالی اور خرابی صحت کے باوجود ان تھک محنت اور جانفشانی سے سلسلے کا منتشر شیرازہ پھر سے یکجا کر کے اس میں قبلہ انصاریؒ کی تعلیم والی روح پھونک دی چنانچہ آنجنابؒ نے اپنے وصال سے قبل نہ صرف بکھرے ہوئے بھائیوں کو پاکستان بھر سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع فرمایا بلکہ بہت بڑی نئی تعداد کو تعلیمات توحیدیہ کے اصل رنگ میں ڈھال کے سلسلے میں شامل فرمایا۔ بانیٔ سلسلہ کے دور میں جاری کسی کام سے انحراف نہ کیا اور تعلیم کو اس کی اصل روح کے ساتھ متعارف کرایا۔ آپؒ نے تعلیم کے معاملے میں کبھی کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے جانشین کا انتخاب اور اعلان چونکہ آپ نے ایک دو سال قبل ہی فرمایا دیا تھا۔ لہٰذا جملہ امور بطریق احسن انجام پا گئے آپؒ کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ آپؒ کی اولاد اور وارثان نے جس سعادت مندی اور فراخ دلی کا ثبوت دیا وہ انہی کا حصہ ہے "اس سعادت بزور بازو نیست"۔ برادران سلسلہ نئے آنے والوں کو تعلیم سے متعارف کراتے وقت طریقت توحیدیہ ضرور پڑھائیں اور مقررہ عرصہ تک طالب بنا کر ٹھوک بجا کے دیکھ کے بیعت کرائیں جلدی جلدی نمبر گیم سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوتے Quality کو Quantity پر ترجیح دیں۔

قبلہ انصاریؒ کی حیات مبارکہ عمل سے عبارت تھی۔ آپ کی تعلیمات تھیوریٹیکل سے زیادہ پریکٹیکل ہیں۔ دنیاوی علوم میں تو تھیوری کے بعد پریکٹیکل کرائے جاتے ہیں مگر تصوف اور روحانیت میں پریکٹیکل پہلے ہوتا ہے اور نتائج عمل کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ کی تعلیمات نہایت آسان اور سہل العمل ہونے کے ساتھ قرآن اور سنت

کے عین مطابق ہیں ۔اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ہم سب اپنا اپنا محاسبہ کرتے رہا کریں کہ ہم کس قدر تعلیمات پرعمل پیرا ہیں خاص کر قرآن پاک کا مطالعہ بانیٔ سلسلہ کی ہدایات کے مطابق کرتے ہیں کہ نہیں! اوّل تو ہمیں قرآن پاک ناظرہ بھی صحیح پڑھنا نہیں آتا اس کی تصحیح کی کوشش کرنا چاہیئے، ترجمہ کے ساتھ قرآن پڑھنا اور قبلہ ؒ کے فرمان کے مطابق پسندیدہ آیات کو مع ترجمہ ڈائری میں موضوع کی مناسبت سے درج کرلینا چاہیئے یوں قرآنی حوالہ جات جمع ہو جائیں گے اور بوقت ضرورت استفادہ کے لئے دستیاب ہوں گے پھر کبھی اپنی ڈائری پر نگاہ ڈال کر آیات یاد کرلی جائیں تو کیا بات ہے!

تعمیر ملت طریقت توحیدیہ، چراغ راہ، حقیقت وحدت الوجود اور مقصود حیات کا مطالعہ کثرت سے کرنا چاہیئے ہم یہ سطور تحریر کرچکے تھے کہ ''فلاح آدمیت'' کا دسمبر کا شمارہ ملا دراصل ڈاکیے کی غلطی سے میرا مجلّہ واپس بھیج دیا گیا تھا اور میں کسی بھائی سے مجلّہ کی کاپی لایا آخری صفحہ پر نظر پڑی تو کتب کے نام تحریر تھے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مرکز سے مطالعۂ کتب کی ہدایت بھیجی گئی ہیں گویا میری اور مرکز کی فریکونسی میچ کرگئی ۔یہ مرکز کے فیض کا اثر تھا کہ میرا قلم بھی وہی لکھ رہا تھا جب ہم نے خود اپنی مرضی سے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا انتخاب کیا ہے تو ہم پر لازم ہے کہ تعلیم پر سنجیدگی تسلسل اور دلجمعی سے عمل کریں ۔بڑا طویل سفر ہے جو مرشد کے فیض سے اور ذکر کے تسلسل سے جلد طے ہوسکتا ہے ۔قبلہ انصاری صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ فقیری کا ایک پیسہ بھی ہاتھ آجائے تو گھاٹے کا سودا نہیں ہے'' اپنا ذکر بلا ناغہ کیا کیجئے اور برادران حلقہ سے رابطہ کیلئے ہفتہ وار حلقہ کبھی ناغہ مت کریں ۔بھائی آپس میں سگے بھائیوں سے زیادہ پیار کریں تو وہی کیفیات لوٹ کر آئیں گی جو بانیٔ سلسلہ کے دور میں محسوس ہوا کرتی تھیں ۔ابھی تو خیر سے چند دھائیاں ہی گزری ہیں جبکہ قبلہ انصاری صاحبؒ کا فرمان ہے کہ ''یہ سلسلہ کم از کم دو سو سال تو چلے گا پھر شاید کوئی مرد مجاہد پیدا ہو جو ان تعلیمات کو اس نئے وقت کے متقاضیات کے مطابق کوئی نئی جہت دے سکے ۔

قبلہ محمد یعقوب توحیدی مدظلہ العالی نے شیخ سلسلہ کا منصب سنبھالنے کے بعد اپنے اوّلین دوروں میں ہی بہت سی باتوں کی نشاندہی فرمائی تھی جن میں ہم کوتاہی کے مرتکب پائے گئے جن کی اصلاح احوال کی اشد ضرورت ہے۔جن میں سرفہرست پابندی نماز ہے۔نماز چھوڑکر ہم گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوجاتے ہیں جبکہ گناہ کبیرہ یا گناہ صغیرہ کیا۔توحیدی کے ذہن میں گناہ کا خیال اور تصور بھی باقی نہیں رہنا چاہئے پھر وقت اور وعدے کی خلاف ورزی کرتے ہیں وقت اور وعدے کا پاس رکھنا اعلیٰ اخلاقی صفت ہے۔ہم وعدہ کرکے بھول جاتے ہیں اور جس سے وعدہ کرتے ہیں وہ ناکردہ قصور کی اذیت سے دوچار رہوتا رہتا ہے۔مثلاً ہم کسی کو وقت دیتے ہیں کہ فلاں وقت اُسے فون کریں گے، ملاقات کریں گے وغیرہ تو وہ شریف النفس حضرت انتظار میں رہتے ہیں۔جب مقررہ وقت پر ہمارا رسپانس نفی میں ہو تو خوامخواہ کی اذیت سے گزرے کہ نہیں! کیا کوئی توحیدی یہ سوچ سکتا ہے کہ وہ کسی کی اذیت کا باعث بنے گا۔ایک بات لین دین کا کھرا پن ہے بامر مجبوری بتا دینا چاہئے۔کوشش کرنی چاہیے کہ لین دین کی ادائیگی بروقت ہوجائے ہماری اخلاقی ترقی اور تطہیر ''Refinement'' کیلئے ضروری ہے۔پھر مرکز سے مسلسل رابطے میں رہنا حلقہ فنڈ باقاعدگی سے ادا کرنا اور مرکز سے وقتاً فوقتاً جاری ہونے والی ہدایات پر عمل کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔

اسلام میں نماز کا مقام

مصنف: ڈاکٹر یوسف القرضاوی۔ (مترجم: خدا بخش کلیار ایڈووکیٹ)

اسلام نے قرآن وسنت میں نماز کے امر کو بڑی اہمیت دی ہے اور بڑی شدت کے ساتھ اس کا مطالبہ کیا ہے۔اس کے ترک کرنے پر بڑا خوف دلایا ہے۔وہ دین کا ستون، جنت کی کنجی ہے اور اسے خیر الاعمال کا درجہ حاصل ہے اور وہ پہلی چیز جس سے متعلق قیامت کے دن مومن سے حساب لیا جائے گا،قرآن نے اس کا ذکر دعائے خلیل میں کیا ہے۔"اے میرے پروردگار، مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد سے بھی (ایسے لوگ اٹھا جو یہ کام کریں)پروردگار، میری دعا قبول کر"۔(ابراہیم 40:14)۔ اور اس کے ساتھ ہی اسماعیلؑ ذبیح کی تعریف کرتا ہے۔"وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ انسان تھا"۔(مریم 55:19)۔اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم موسیٰؑ کو اپنی پہلی وحی میں پہلا حکم اقامت نماز کا دیا۔"اور میں نے تجھ کو چن لیا ہے،سن جو کچھ وحی کیا جاتا ہے، میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔پس تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم کر"۔ (طٰہ 14:20)

اور حضرت موسیٰؑ اور ان کے بھائی حضرت ہارونؑ کی طرف وحی کی گئی۔"اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو اشارہ کیا مصر میں چند مکان اپنی قوم کے لئے مہیا کرو اور اپنے ان مکانوں کو قبلہ ٹھہرا لو اور نماز قائم کرو"۔(یونس 87:10)۔

اور لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت میں فرمایا۔"اے بیٹے، نماز قائم کر، نیکی کا حکم دے، بدی سے منع کر اور جو مصیبت بھی پڑے اس پر صبر کر، یہ وہ باتیں ہیں جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے"۔(لقمان 17:31)۔

اورحضرت عیسیٰؑ اپنے پنگوڑے میں بول اٹھتے ہیں: "اوراس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں"۔(مریم 31:19)

اوراس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے خاتم الانبیاء کو حکم دیتا ہے: "اے نبی ﷺ تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمہاری طرف وحی کے ذریعے بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کرو "۔ (العنکبوت 45:29)۔

اللہ تعالیٰ نے متقین کی صفات ایمان بالغیب کے بعد نماز کو ان کی جوہری صفت قرار دیا ہے: "ہدایت ہے ،ان پرہیز گاروں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں"۔ (البقرہ 2:1-3)۔

اور اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے والے اہل ایمان کی صفات کے ذکر کا آغاز بھی نماز ہی سے کیا ہے اور اختتام بھی اسی کے ساتھ کیا ہے ۔"یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں ،لغویات سے دور رہتے ہیں ، زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں ، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کے ملک یمین میں ہوں کہ ان پر محفوظ نہ رکھنے میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں ۔البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی زیادتی کرنے والے ہیں ، اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں"۔(المومنون 23:1-9)

نماز کی حفاظت کی تاکید کی گئی ہے ،حضر میں ،سفر میں ،امن میں ،خوف میں اور جنگ میں ۔"اپنی نمازوں کی نگہداشت رکھو ،خصوصاً ایسی نماز کی جو محاسن صلوٰۃ کی جامع ہو ۔اللہ کے آگے اس طرح کھڑے ہو جیسے فرمانبردار غلام کھڑے ہوتے ہیں ،بدامنی کی حالت ہو ،خواہ پیدل خواہ سوار جس طرح ممکن ہو ،نماز پڑھو"۔ (البقرہ 238:239)۔یعنی خوف اور جنگ کی حالت میں پیدل چلتے ہوئے یا سواری کی صورت میں جس طرح بھی ممکن ہو نماز پڑھو ، رکوع و سجود کے بغیر بلکہ اشارے کے ساتھ پڑھو اور وہاں پر ضرورت کے لحاظ سے قبلہ رخ ہونا بھی ضروری نہیں ۔

"مشرق اور مغرب سب اللہ کے لئے ہیں، جس طرف بھی تم رخ کرو گے اسی طرف اللہ کا رخ ہے"۔(البقرہ115)۔ اور جو اس کے بارے میں غفلت سے کام لیتا ہے اسے بربادی اور ہلاکت سے دھمکایا گیا ہے۔"پھر بربادی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لئے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں"۔(الماعون 107:4-5)۔

اور نا خلف جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہش نفس کی پیروی کی، ان کی مذمت کی گئی ہے اور انہیں جہنم کے استحقاق کی وعید سنائی گئی ہے۔"انہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفس کی پیروی کی، پس قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں"۔(مریم 59:19)

اور رسول اللہ ﷺ نماز کو عہد ایمان کے التزام کی دلیل اول اور مسلم و کافر کے درمیان فیصلہ کن شعار قرار دیتے ہیں۔آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے؛ "آدمی اور کفر و شرک کے درمیان ترک نماز کا فاصلہ ہے"۔ (احمد و مسلم) مزید فرمایا: "ہمارے اور لوگوں کے مابین نماز کا عہد ہے جس نے اسے ترک کیا، اس نے کفر کا ارتکاب کیا"۔

ایک دن آنحضور ﷺ نے نماز کا ذکر فرمایا اور کہا: "جس نے نماز کی محافظت کی قیامت کے دن وہ اس کے لئے نور، برہان اور نجات کا باعث ہوگی اور جس نے اس کی حفاظت نہیں کی اس کے لئے نہ نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات، اور قیامت کے دن وہ قارون فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔(ترمذی) علماء نے اس حدیث کی وضاحت میں کہا ہے کہ جس کو اس کے مال کی مشغولیت نے نماز سے روک دیا اس کا حشر قارون کے ساتھ ہوگا اور جس کو اس کی حکومت نے نماز سے روکا اس کا حشر فرعون کے ساتھ ہوگا اور جس کو اس کے رئیس و وزیر ہونے نے نماز سے روکا اس کا حشر ہامان کے ساتھ ہوگا اور جس کو تجارت کی مصروفیات نے نماز سے روکا اس کا حشر ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ "جس کی نماز فوت ہوگئی تو گویا اس کے اہل و مال میں گھاٹا پڑ گیا"۔ (رواہ ابن حبان فی الصحیہ) یعنی اس کے اہل و مال پر آفت نازل ہوئی اور وہ

ان کے بعد تنہا رہ گیا اور اگر ایک نماز کا فوت ہو جانا اس مصیبت کا باعث ہے تو جس کی ساری نمازیں ضائع ہو گئیں ۔لہٰذا اس میں کوئی تعجب نہیں کہ قرآن و سنت کی اس قدر تاکید و تشدید کے بعد اسلام کی ایک جماعت نے یہ رائے قائم کی کہ تارک نماز کافر ہے اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے اور بعض دوسرے آئمہ کرام نے نرمی سے کام لیا اور کہا "وہ نافرمان ، فاسق ہے اس کے ایمان کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے۔

اسلام میں نماز کا یہ مقام ہے اور اس کی اس منزلت کے باعث وہ پہلی عبادت تھی جو مسلمانوں پر فرض کی گئی اور وہ مکہ میں ہجرت سے تقریباً ایک سال قبل فرض کی گئی۔

اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کی اہمیت کی دوسری دلیل وہ طریقہ ہے جو اسے فرض قرار دینے میں اختیار کیا گیا ، جب کہ دیگر جملہ عبادات زمین میں فرض کی گئیں اور تنہا نماز کو آسمان میں اسراء معراج کی رات رب العالمین کی طرف سے خاتم المرسلین کو براہ راست خطاب کے ساتھ فرض کیا گیا

حکومتیں اپنے سفیروں کو نہایت اہم ان امور کے لئے (اصالتاً) طلب کرتی ہیں جن میں مشافہت کی بجائے مراسلت ناکافی سمجھی جاتی ہے اور محمد ﷺ اللہ کی مخلوق کی طرف اس کے سفیر ہیں تو جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو طلب فرمایا اور آپ کو بلند آسمانوں تک لے جایا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو فرضیت نماز کے ساتھ مخاطب کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نماز کی بلند مرتبت اور اہمیت پر برہان ناطق ہے۔

مطلوبہ نماز:

اسلام کے پیش نظر جو نماز ہے وہ محض اقوال ہی نہیں ہیں کہ انہیں زبان سے ادا کر دیا جائے اور نہ وہ محض حرکات ہیں کہ اعضاء و جوارح کے ساتھ ان کی مشق کر لی جائے ۔جبکہ ان کے ساتھ عقل کا تدبر شامل ہو اور نہ قلب کا خشوع اور وہ اس طرح کا کام نہیں کہ نمازی مرغ کی طرح چونچیں مارے اور کوے کی طرح کوئی چیز اُچکتا ہوا نظر آئے یا اس کے دوران لومڑی کی طرح اِدھر

اُدھر مڑ تا رہے:۔ ہرگز نہیں ۔مقبول نماز وہ ہے جو معبودِ حقیقی کی عظمت کے استحضار، اس کی خشیت اور غور وفکر کے ساتھ ادا کی جائے۔ **نماز**، بلکہ جملہ عبادات کا اولین مقصد یہی ہے ۔وہ انسان کی اپنے ربِّ کریم کی تذکیر ہے جس نے اسے پیدا کیا، اسے ٹھیک ٹھاک بنایا، اس کی تقدیر مقرر فرمائی اور اسے ہدایت دی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔"میری یاد کے لئے نماز قائم کرو"۔اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: " اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے نماز فرض کی گئی، حج کا حکم دیا گیا اور مراسم عبادت مقرر کئے گئے"۔(ابوداؤد) اور حقیقت نماز کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا: "نماز عجز و نیاز ہے، دعا ہے، تضرع ہے۔

یہ نماز میں حضورِ قلب کی اہمیت کی آ گاہی ہے ۔اور جہاں تک ذہن کی حضوری کا تعلق ہے تو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد واضح کرتا ہے: "اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو"۔(النساء43:4)

اس علت کے بیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نماز میں شعور اور حضوری کو لازمی ہونے کی طرف توجہ دلائی ہے ۔کتنے ہی نمازی ہیں جو نہیں جانتے کہ نماز میں کیا کہہ رہے ہیں، حالانکہ انہوں نے شراب نہیں پی ہوتی ،مگر انہیں جہالت ،غفلت ، دنیا کی محبت اور خواہشات نفس کی پیروی نے نشہ پلایا ہوتا ہے ۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "حضورِ قلب کے ساتھ پڑھی ہوئی درمیانے درجے کی دو رکعتیں غافل دل کے ساتھ رات بھر کے قیام سے بہتر ہیں"۔ یہ وہ نماز تھی جو رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی اور یہ وہ نماز تھی آنحضور ﷺ جس کے مشتاق تھے اور اس کے لئے بےچین رہتے اور حضرت بلالؓ سے فرماتے: "ارحنا بھا!" اس یعنی نماز کے ساتھ ہمیں راحت پہنچاؤ۔ یہ ہے وہ انس ومحبت والی نماز نہ کہ چونچیں مارنے اور اچکنے والی نماز جسے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد ادا کرتی ہے۔

سطحی زندگی

(ریحان احمد یوسفی)

میں نے بہت کوشش کی کہ یہ سمجھ سکوں کہ لوگ اس قدر ذوق وشوق سے میڈیا کیوں دیکھتے ہیں۔میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ دورِجدید میں لوگوں نے انتہائی سطحی زندگی جینا شروع کر دی ہے۔ ان کی ظاہری حالت کا عالم یہ ہے کہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ غیر حقیقی ہے۔جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں وہ سب مصنوعی ڈرامہ اور فلم ہے۔ یہ سب ادا کار ہیں۔جو کچھ دکھایا جارہا ہے وہ حقیقی زندگی کا حصہ نہیں ہے، یہ محض جھوٹ اور فریب کی دنیا ہے۔یہ حسن مصنوعی، یہ کہانی جعلی اور یہ خوشی وغم کے قصے گھڑے ہوئے ہیں،مگر لوگ پھر بھی ان کو حقیقت سمجھ کر دیکھتے اور واقعہ سمجھ کر متاثر ہوجاتے ہیں۔

لوگوں کی یہ ظاہر پرستی صرف میڈیا دیکھنے تک محدود نہیں بلکہ لوگوں نے فارغ اوقات میں بھی وہ ساری مصروفیات ڈھونڈ لی ہیں، جن کی گنجائش کسی ایسے انسان کی زندگی میں نہیں ہوسکتی جو دنیا کی حقیقت سے واقف ہو۔تفریح،کھیل کود، شاپنگ، ذوق جمال کی تسکین، سہولیات کی خواہش بری چیزیں نہیں۔مگر آج لوگوں نے انہیں مقصدِ حیات بنالیا ہے۔وڈیو گیمز، اسپورٹس، سیروتفریح،گھومنا پھرنا، ہوٹلنگ یا باہر کھانا، دعوتیں کرنا اور ان میں شریک ہونا، شاپنگ کرنا، نت نئے فیشن کے ملبوسات اور زیورات کے پیچھے لگے رہنا، گھر اور اپنے اطراف میں ہر وقت نت نئی تبدیلیوں پر پیسے خرچ کرنا، یہ اور ان جیسی کتنی چیزیں ہیں جن کو غلط قرار دینا نہیں مگر آج لوگ انہی کو نصب العین بنا کر جیتے ہیں۔

مذہبی لوگ

اس وقت ایک طرف تو مسئلہ لوگوں کی یہ سطحی دلچسپیاں ہیں اور اس سے بڑھ کر مسئلہ یہ ہے کہ جو لوگ دعوت واصلاح کے کام پر اُٹھے ہیں وہ لوگوں کو دنیا کی سطح سے نکال کر اُس سطح کی

طرف لے جارہے ہیں جو دین کے نام پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ وہ سطح ہے جس میں لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ دوسروں کو دین کی طرف بلا رہے ہیں حالانکہ وہ انہیں چند ظاہری اعمال کی طرف بلا رہے ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگوں کو توحید کی طرف بلا رہے ہیں، مگر دراصل وہ انہیں اپنے مفروضہ اکابرین کی طرف بلاتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگوں کو جنت کی طرف بلا رہے ہیں، مگر دراصل وہ انہیں اپنی جماعت کی طرف بلاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگوں کو قرآن وحدیث کی طرف بلا رہے ہیں، مگر دراصل وہ انہیں گھڑی ہوئی داستانوں کی طرف بلاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ انہیں اسلام کے احیاء کی طرف بلا رہے ہیں، مگر وہ درحقیقت سیاست کے بازار کی آوارہ گردی کیلئے بلا رہے ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگوں کو فردوس کی بادشاہی کی طرف بلا رہے ہیں، مگر دراصل وہ ثواب کی اس دکانداری کی طرف بلاتے ہیں، جہاں آدمی اپنے بے روح عمل کو جنت کی قیمت سمجھتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگوں کو روحانیت کی طرف بلا رہے ہیں، مگر دراصل وہ انہیں ظاہری اعمال وشکل وصورت کی تبدیلی کی طرف بلاتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ دین آج بھی اجنبی ہے، وہ دین جس میں خدا زندگی کا حاصل ہے، اس کا پیغمبر آخری حجت ہے، اس کی جنت آخری مقصود ہے۔ یہ دین اب ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا۔ خدا جس طرح اپنی عظمت کے ساتھ تنہا ہے، آج اپنے دین کے ساتھ بھی تنہا رہ گیا ہے۔ خدا کے ملک میں پہلے بھی بغاوت ہوئی ہے۔ اس وقت خدا کا ساتھ دینے کا مطلب یہ تھا کہ آدمی دنیا بھر سے ٹکرا جائے۔ وہ بغاوت حضرت محمد ﷺ کی اُمت کے پہلے حصے نے ختم کردی۔

آج ایک دفعہ پھر بغاوت پھیلی ہے اور خدا ایک دفعہ پھر تنہا رہ گیا ہے۔ آج اللہ کا ساتھ دینے کا مطلب دنیا بھر سے ٹکرا جانے کا نام نہیں بلکہ یہ اپنے آپ سے ٹکرا جانے کا نام ہے۔ یہ دنیا داروں کی سطح چھوڑ دینے اور دین داروں کی سطح سے بلند ہوجانے کا نام ہے۔ یہ اللہ کی یاد اور فردوس کی ابدی بادشاہی کی اُمید میں جینے کا نام ہے۔ یہ ربّ کی بندگی اور اس کی محبت کے احساس

کوزندگی بنالینے کا نام ہے۔یہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے کا نام ہے۔یہ اعلیٰ اخلاقی زندگی کو اختیار کرنے کا نام ہے۔یہ عجز و اعتراف کی نفسیات میں ڈھل جانے کا نام ہے۔

اللہ کی وفاداری میں جینے والے شخص کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو اس زندگی کی طرف بلائے جو کل قیامت کے بعد شروع ہوگی۔وہ لوگوں اشیاء سے اُٹھا کر حقائق الاشیاء کی طرف لائے۔ظاہری عمل سے اُٹھا کر اعلیٰ اخلاق کی طرف لائے۔مادّیت کے صحراء سے نکال کر معرفت کی سرسبز وادی میں لائے۔دنیا کی محبت سے ہٹا کر جنت کی نعمتوں کی حبِّ شدید میں مبتلا کردے۔اب دیر نہیں رہی کہ وہ اللہ غیب کا نقاب اُلٹ کر اپنے نور سے زمین کی تاریکیوں کو اُجالوں میں بدلنے والا ہے۔بہت جلد وہ اپنی زمین میں فیصلہ کن طور پر اپنا اقتدار بحال کرنے والا ہے۔وہ زلزلۂ قیامت برپا کرنے والا ہے۔وہ انسانی اقتدار کے ایک ایک نام ونشان کو مٹا کر اپنی عظمت سے زمین کو ہموار کرنے والا ہے۔وہ ہر ظلم اور بربریت کی ہر طاقت کو لگام ڈالنے والا ہے۔

پس وفادارو! جھوم اُٹھو،اللہ تعالیٰ جلد خلافت ارضی زمین کی بادشاہی اپنے وفاداروں کو عطا کردے گا۔آخری پیغمبر ﷺ کی آمد کا مقصد یہی اعلان کرنا تھا ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا کہ کس طرح وقت کے فرعونوں،ابوجہل اور ابولہب کو ہلاک کردیتا ہے اور کس طرح مظلوم اور کمزوروں کے قدموں میں قیصر وکسریٰ کے تاج لا ڈالتا ہے۔یہی وہ اعلان ہے جو خدا کے مسیح نے کیا تھا کہ اللہ کی بادشاہی قائم ہونے کو ہے۔اس کا یہی فیصلہ زبور میں نازل ہوا تھا۔اور اسی کو قرآن میں دہرایا گیا۔اس لئے اب انتظار ختم ہونے کو ہے۔قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ ''ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ دیا ہے زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہونگے۔اس میں بڑی خبر ہے،عبادت گزار بندوں کیلئے اور اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' (سورۃ الانبیاء 21:105)

مفتی اعظم سعودی عرب کا خطبہ حج

(مرسلہ: فہد محمود)

مفتی اعظم الشیخ عبدالعزیز آل الشیخ حفظ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ حج میں عالم اسلام کی موجودہ صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے ملت اسلامیہ کی راہ نمائی کیلئے انتہائی دردِ دل کے ساتھ بہت سی مفید باتیں ارشاد فرمائیں۔ یہ خطبہ مسلم حکمرانوں کی تنظیم او آئی سی کے باقاعدہ ریکارڈ اور ایجنڈے میں شامل ہونا چاہیے اور عالم اسلام کے حکمرانوں اور دیگر تمام طبقات کو ان پر سنجیدہ توجہ دینی چاہیے (روزنامہ نوائے وقت کے شکریہ کے ساتھ اس خطبے کا اردو خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔)

سعودی عرب کے مفتی اعظم نے امریکہ میں ۱۱ ستمبر کے حملوں کے بعد مغرب کی جانب سے اسلام کے خلاف دہشت گردی کے الزامات کا دفاع کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسلام کو دہشت گردی کے ساتھ منسلک کردینا انتہائی ناانصافی ہے۔ مسجد نمرہ میں ۲۰ لاکھ سے زائد حجاج کرام کے سامنے خطبہ میں انہوں نے کہا کہ دہشت گردی، ناانصافی اور ظلم کے برابر ہے اور اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ دہشت گردی کو ایسے عظیم مذہب کے ساتھ کیسے منسلک کیا جاسکتا ہے، جو انسانی زندگی کا بہت زیادہ احترام کرتا ہے اور جنگ کے بجائے امن کو فروغ دیتا ہے۔ اسلام بچوں، عورتوں اور بے گناہ لوگوں کے قتل سے سختی سے روکتا ہے۔ یہ معاہدوں اور سمجھوتوں کا احترام کرتا ہے اور ہر وقت حقوق کی پاسداری کرتا ہے۔ انہوں نے دنیا کے 1.3 ارب مسلمانوں سے کہا کہ وہ اپنے مذہب اسلام پر سختی سے کاربند رہیں۔

انہوں نے کہا کہ ان دنوں اسلامی ممالک میں اہم واقعات رونما ہورہے ہیں جو ہمیں غوروفکر کی دعوت دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مذہب کے دفاع کیلئے متحد ہو جائیں۔ انہوں نے اسلام کے دشمنوں کی جانب سے پیدا کیے گئے حالات پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ان کی تہذیب نے انسانوں میں تفریق پیدا کی ہے اور انسانوں کو تباہی والے ہتھیاروں کے سوا اور کچھ نہیں دیا۔ مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ ایسے اقدامات نہ کریں جس سے ان پر کوئی الزام آئے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت جو کچھ ہورہا ہے، وہ ہمارے گناہوں کی شامت کے باعث ہے۔ کمزور عقائد، مسلمانوں کے درمیان اختلافات اور جھگڑے کا سبب ہیں۔ پھر ہم ہر چیز کا الزام اپنے دشمنوں پر کیوں عائد کریں؟ انہوں نے کہا کہ مسلمان غیروں پر بھروسہ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مادی نعمتیں عطا کی ہیں جن سے ہم معاشی خود کفالت حاصل کرسکتے ہیں اس لئے مسلمان غیروں کے پنجے سے معاشی آزادی حاصل کریں۔

عبدالعزیز آلِ شیخ نے کہا کہ اسلام ایک دوسرے کی خیر خواہی کا دین ہے۔ اسلام عفو ودرگزر کا دین ہے۔ اسلام وہ دین ہے جو **امر بالمعروف اور نهي عن المنكر** یعنی نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔ اسلام کا مقصد دنیا سے ظلم اور ناانصافی کا خاتمہ ہے۔ اسلام دین عدل ہے۔ دنیا میں عدل کی حکمرانی، انصاف کی حکمرانی یہ اس دین کا مرکزی نکتہ ہے اور یہ دین اسی لئے بھیجا گیا ہے کہ دنیا کے اندر عدل وانصاف کو جاری کیا جائے۔ دین اسلام احترام آدمیت کا اور احترام انسانیت کا دین ہے۔ اسلام میں ایک انسانی جان کی اتنی قیمت ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی شخص کو بلا جواز قتل کردیا تو قرآن کریم کی رو سے گویا پوری انسانیت کو قتل کردیا۔ قرآن پاک میں فرمانِ الٰہی ہے کہ ''جس نے بلاسبب معصوم انسان کو قتل کیا تو اس نے

گویا پوری انسانیت کو قتل کیا۔'' اسلام دنیا کے ہر خطے میں ہونے والے ظلم کی مذمت کرتا ہے۔ یہ ظلم چاہے بے قصور مسلمانوں کے ساتھ ہو یا ان مسلمانوں کے ساتھ جن کے پاس اسلحہ نہیں، چاہے یہ ظلم فلسطین کے ان مسلمانوں کے ساتھ ہو جو اس وقت زیادتی اور ظلم کا شکار ہیں۔ دین اسلام ظاہر ہے کہ ان سارے مظلوموں کی مدافعت (دفاع) کرتا ہے اور ظلم کرنے والوں کی ہر حال میں مذمت کرتا ہے چاہے کچھ لوگ ان کے مظالم سے کتنی ہی چشم پوشی کریں۔ دین اسلام کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی اختیار کرنے کا سبق دیا جائے اور انسانوں کو انسانوں کے ظلم سے نکال کر اسلام کا سایہ انہیں فراہم کیا جائے۔ اسلام وہ دین ہے کہ جو ہر قسم کے علاقائی، نسلی تعصّبات اور رنگ کے تعصّبات کا قلع قمع کرتا ہے، انہیں ختم کرتا ہے اور پوری انسانیت کو مساوات کا درس دیتا ہے۔ اسلام نے جو کچھ انسانیت کو دیا ہے، انسانیت اس پر فخر کر سکتی ہے۔ اس کے مقابلے میں وہ لوگ جنہوں نے انسانیت کو تباہ کرنے والا اسلحہ بنایا ہے اور جنہوں نے ایسے ایسے ہتھیار ایجاد کیے ہیں کہ جو آج انسان کیلئے بہت بڑا خطرہ بنے ہوئے ہیں اور مستقبل میں ان ہتھیاروں کی وجہ سے پوری انسانیت تباہی کی زدّ پر ہے۔ یہ اسلحہ انسانیت کو تباہ کرنے کیلئے اور ختم کر دینے کیلئے اور انسانیت کو، اس کی تکریم اور اس کی عزت کو پامال کرنے اور انسان کے حقوق کو ختم کرنے کیلئے اسلحہ ایک بہت بڑی علامت ہے اور بہت بڑا خطرہ ہے۔

آج مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی نعمت سے نوازا ہے۔ دنیا کے اندر جغرافیائی لحاظ سے بہترین خطے میں ہر قسم کی نعمتیں اور طاقت کے ذرائع انہیں عطا کیے ہیں۔ یہ سب ان کے پاس ہے مگر بدقسمتی یہ ہے کہ مسلمان گروہ بندیوں کا شکار ہیں۔ مسلمان آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔ مسلمانوں کا ایک دوسرے پر اعتماد نہیں ہے۔ مسلمانوں کے دلوں کے اندر بزدلی گھر کر چکی ہے۔

اور ایک دوسرے پر عدم اعتماد کی وجہ سے آج وہ طرح طرح کے مسائل کا شکار ہیں۔ آج میری اپیل ہر مسلمان سے ہے اور میں ہر مسلمان کو بڑے خیر خواہانہ جذبے سے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے فرض کو پہچانے۔ اگر ہر مسلمان اپنے فرض کو پہچان لے اور اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہو جائے اور اس بات کا عہد کر لے کہ وہ خود اچھا مسلمان بنے گا اور جو لوگ اس کے تحت ہیں، ان کی وہ اچھی تربیت کرے گا، ان کا وہ خیال کرے گا، سرکارِ رسالت مآب ﷺ کی اس حدیث کے مطابق کہ "تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اپنی رعیت کے بارے میں" تو اگر مسلمان اپنی ان ذمہ داریوں کو محسوس کر لیں اور ہر مسلمان دوسروں کی فکر کرنے کے بجائے اپنی اپنی فکر اور اپنے خاندان، اپنی رعیت جو لوگ اس کے تحت ہیں، کی فکر کرے تو اس سے ایک بہت بڑی اصلاح کی صورت اور بہت بڑی تبدیلی ہم اپنے معاشروں میں پیدا کر سکتے ہیں۔

اسی طرح مسلمانوں کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے دین کی دعوت کو عصری زبان میں، اس زبان میں، جو انسان سمجھتے ہیں، نہایت آسان پیرائے میں اس دین کی دعوت کو پیش کریں۔ وہ لوگ جو اس دین میں داخل نہیں ہیں یا مسلمان نہیں ہیں، ان تک ہمیں اس دین کی دعوت کو اپنے عمل کے ذریعے سے اور آسان زبان کے ساتھ حکمت کے ساتھ جیسا کہ حکم دیا گیا ہے کہ "اپنے ربّ کے راستے کی طرف اچھی نصیحت اور حکمت کے ساتھ دعوت دو۔" یہ فریضہ ہمیں ادا کرنا چاہیے۔ مسلمان حکمت کے ساتھ آسان دعوت پیش کریں اور اپنے عمل سے اس کا نمونہ انسانوں کے سامنے رکھیں۔ اسکے بعد کوئی وجہ نہیں کہ لوگ اس دین کی طرف متوجہ نہ ہوں۔

آج اس دین کے دشمن یہ چاہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی نئی نسل کو گمراہی کے راستے پر ڈال دیں۔ آج غیر مسلم میڈیا اور مسلمانوں کے دشمن ہر طریقے سے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کی نئی نسل طرح طرح کی برائیوں میں پڑ جائے، انہیں شراب کی لت لگ جائے اور وہ

رقص و سرود میں مبتلا ہو جائیں اور اس طرح سے ان کی جو تخلیقی صلاحیتیں اور عملی صلاحیتیں ہیں یا وہ صلاحیتیں کہ جن کے ذریعے سے وہ اس اُمت کو عروج کی طرف اور ترقی کی طرف لے جا سکتے ہیں، ان صلاحیتوں پر وار کیا جائے، ان کی ان صلاحیتوں کو ختم کر دیا جائے۔ دشمن کی یہ چال ہے کہ وہ اُمت مسلمہ کی نئی نسل کو بے عمل بنا دے، اُمت مسلمہ کی نئی نسل کو غفلت کے اندر مبتلا کر دے۔ اس سلسلے میں تمام ذمہ داران کو آگاہ ہونا چاہیے اور اپنی نئی نسل کی تربیت اور ان کی حفاظت کے لئے اقدامات کرنے چاہئیں۔

مسلمان اُمت کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے اقتصادی معاملات کے اندر، اپنی معیشت میں خود کفیل ہوں۔ اس طرح کے پروگرام اور اس طرح کی حکمت عملی اختیار کرنے کی ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے معاملات کے اندر خود کفیل ہوں، بالخصوص اپنی معیشت کے معاملے میں وہ دوسروں پر بھروسہ نہ کریں بلکہ اس طرح کے اقدامات کیے جائیں کہ مسلمان استعمار اور غیروں سے نجات حاصل کریں، خاص طور پر اپنی معیشت کے معاملات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی نعمتیں عطا کی ہیں اور اتنے معیاری مادی وسائل عطا کیے ہیں کہ اس حکمت عملی کو آسانی سے اختیار کیا جا سکتا ہے کہ وہ معاشی خود کفالت حاصل کریں اور غیروں کے پنجے سے اور ان کے قبضہ سے آزادی حاصل کریں۔ اسی طرح سے مسلمانوں پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ عناصر جو کہ اس اُمت کے درمیان فرقہ بندی اور اسے گروہوں میں تقسیم کرنے کی سازشوں میں مصروف ہیں، ان کے سلسلے میں بھی انہیں چاہیے کہ وہ چوکنا رہیں۔

ہم کیوں کفر سے اسلام میں داخل ہوئیں

انگلستان کی ایک خاتون کا قبول اسلام (محمد انور میمن)

جنگ آزادی کی یادگار تحریک ریشمی رومال کے آخری بزرگ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے تلمیذ رشید مجاہد اسلام حضرت مولانا عزیر گل صاحب کا کا خیلؒ اسیر مالٹا کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ مولانا کی دوسری شادی ایک نومسلم انگریز خاتون مس جینی سے ہوئی جو بعد میں "مدر" کے نام سے مشہور ہوئیں۔ یہ پاک باز خاتون للّٰہیت، عملی شغل و انہاک، قرآن کریم سے تعلق کا ایک تابناک مثالی کردار چھوڑ کر گئیں۔ مرحومہ نے اپنی ایک انگریزی تصنیف "دی ہیلنسڈ وے (صراط مستقیم) میں اسلام کی طرف آنے سے پہلے کی زندگی اور بعد کے حالات تفصیل سے لکھے تھے۔ کتاب 1940ء میں شائع ہوئی تھی۔ ان کے حالات مذکورہ کتاب سے اخذ کر کے ذیل کے مضمون کی شکل میں افادہ عام کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

''میں اپنے والد چارلس ارڈ اسٹیفورڈ اسٹیل کی ساتویں لڑکی ہوں۔ میں 1885ء میں حیدرآباد (سندھ) میں پیدا ہوئی۔ میرے والد بڑے انصاف پسند اور بات کے پکے انسان تھے۔ انہیں ہندوستان اور ہندوستانی لوگوں سے بڑا لگاؤ تھا کبھی کبھی تو وہ خود کو سندھی کہہ دیا کرتے تھے۔ ہماری خاندانی نسبتیں بڑی عظیم تھیں، مگر ہمارے والد کا کہنا تھا کہ شرافت کا معیار کردار ہے نہ کہ خون۔ بہرحال میں چھ سال کی ہو رہی تھی کہ مجھے تعلیم کے لئے انگلستان بھیج دیا گیا۔ مجھے سچی بات سے ہمیشہ پیار رہا، میں ہر بات کا سبب کھوجنے کی کوشش کیا کرتی تھی۔ میں ہر بات میں کیا، کیوں اور کیسے جیسے سوال کرنے کی عادی تھی۔

میں ایک عیسائی کنبے میں پیدا ہوئی مگر سب عیسائی متحد نہ تھے۔ عیسائیوں کے بہت سے فرقے تھے جو ایک دوسرے کو جہنمی کہتے تھے اس لئے عیسائی مذہب مجھ کو گورکھ دھندا سا لگا۔

میری سمجھ میں نہیں آ تا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے کیسے ہو سکتے تھے مگر مجھے دعا سے بڑا اشغف تھا میں اکثر ،اَن دیکھے مالک سے لولگا کر دعائیں مانگا کرتی تھی۔

جب میں جوان ہوگئی تو میں نے بائبل کو تنقیدی نظر سے پڑھنا شروع کیا، مجھے بائبل کے بہت سے بیانات ایک دوسرے سے ٹکراتے محسوس ہوئے مجھے بائبل کے کلام خدا ہونے پر شک ہونے لگا کچھ عرصے بعد میری شادی ہوگئی مگر میرے شوہر ایک دنیادار عیسائی تھے وہ میری فکر وخیال کے ساتھی نہ بن سکے اس لئے میں نے فرصت کے وقت فلسفے کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور اس پائسو بکسلے اور دوسرے فلاسفہ کا مطالعہ کرنا شروع کیا مگران خیالی بھول بھلیوں سے مجھے کچھ نہ ملا۔

ان ہی دنوں میں اپنے والد کے پاس ہندوستان آئی میری بارہ سالہ لڑکی اور دس سالہ لڑکا میرے ساتھ تھے۔ یہاں مجھے ویدانت پڑھنے کا موقع ملا۔ مجھے اس کے پڑھنے سے بڑی تسکین ملی، مجھے محسوس ہوا کہ وہ چیز مجھے مل گئی جس کی تلاش تھی ویدانت کے مطالعے نے مجھے ہندو دھرم کے قریب کردیا۔ کچھ عرصے کے لئے ایک ہندو خانقاہ میں مہمان بن کر رہی اور بالآخر ہندو ہوگئی، مجھے راما کرشن کی ویدانتی سلسلے میں داخل کرلیا گیا، مگر مجھے یہ شرک سا محسوس ہوا چنانچہ میرا یقین ہل گیا مجھے افسوس ہوا کہ حقیقت ابھی اور آگے ہے۔اسی زمانے میں میں بیمار ہوگئی مجھے علاج کے لئے فرانس جانا پڑا وہاں میرے سات آپریشن ہوئے ہر آپریشن پر موت سامنے کھڑی نظر آتی تھی۔ میں چاہتی تھی کہ میں موت کے لئے تیاری کرلوں، میں نے سوچا کہ دنیا ترک کر دوں اور آخرت کی تیاری میں لگ جاؤں لہٰذا میں نے ایک سو ساٹھ اپنشد پڑھے،لیکن یہ کیا یہاں بھی بائبل کی طرح ان گنت تضاد تھے اور ان میں کون سی بات حق ہے اور کون سی غلط ہے کیسے معلوم ہو؟ میں ایک بار پھر الجھ گئی، مجھے خوف ہوگیا کہ اسی ذہنی الجھن میں پاگل نہ ہو جاؤں، مجھے یہ بھی احساس ہوا کہ ہنمیاس سے میری روحانیت نہیں بڑھ رہی ہے۔نفسیاتی کش مکش بڑھ رہی ہے۔

اسی زمانے میں ہندوستان میں عدم تعاون کی تحریک چل پڑی ۔ ہندوستانی ہندوستانیوں سے لڑ پڑے الموڑہ بھی فسادات سے بچا نہ رہا۔اس وقت میرے دل نے کہا کہ یہ

خانقاہ میں بیٹھ کر دھیان، گیان کا وقت نہیں بلکہ باہر نکل کر زخمیوں اور دکھیوں کی مدد کرنے کا وقت ہے میں نے اپنے گرو جی سے بات کی، مگر انہوں نے کہا کہ ہم لوگ دنیا دار نہیں ہیں تم جن باتوں کے کرنے کو کہہ رہی ہو یہ سیاست کی باتیں ہیں ہم ان باتوں میں نہیں پڑتے۔

مجھے ان کے سوچنے کے انداز پر حیرت ہوئی، میں انہیں خانقاہ میں چھوڑ کر زخمیوں کی مدد پر آمادہ نہ کر سکی، مگر میں خود خانقاہ سے نکل آئی اور میں نے زخمیوں، مریضوں اور دکھیوں کی امداد شروع کر دی، جس سے مجھے دل کا چین ملا اور میں نے طے کیا کہ روحانی ترقی انسانیت کی خدمت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے خانقاہوں کی زندگی سے نہیں۔ چنانچہ میں نے ایک آشرم کھولنے کا فیصلہ کیا جس میں نوجوانوں کی اخلاقی تربیت کی جائے اس آشرم میں، میں نے ہندو مسلم کی قید نہیں رکھی، وہاں ایک مسلمان لڑکا داخلے کے لئے لایا گیا یہ لڑکا اپنے والدین کے لئے ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ جب تک میں مسلمانوں کے نظام حیات کے بارے میں معلومات حاصل نہ کر لوں میں اس لڑکے کی تربیت کا حق ادا نہ کر سکوں گی۔ اس نیت سے میں نے قرآن کریم پڑھنا شروع کیا۔

اب تک میں مسلمانوں سے ڈرتی تھی میں سمجھتی تھی کہ مسلمان ایک قسم کے "ڈاکو" ہوتے ہیں جو ہر قسم کا ظلم کر سکتے ہیں لیکن اس کتاب نے میری آنکھیں کھول دیں۔ یہ تو اسرار حق تھا اور دل میں اترتا چلا جاتا تھا۔ یہ عملی و دیانت تھا، آہ میں اب تک کن اندھیروں میں تھی؟ افسوس کہ یورپ کے مشنریوں نے اسلام کی کتنی غلط تصویر پیش کی ہے۔ وہ مذہب جسے میں خواہ مخواہ بھیڑیوں کا مذہب سمجھتی تھی مکمل سچائی کا مذہب تھا، میرے اللہ! میں کیا کروں، میں نے تو ساری زندگی اکارت کر دی۔ میں نے سوچا میں ہندو ہی رہوں یا ہندو مت چھوڑ دوں۔ میں نے راہبانہ زندگی اختیار کر لی تھی۔ یہ ایک طرح کی موت تھی، قرآن مجید مجھے زندگی کی طرف بلا رہا تھا، ایسی زندگی کی طرف جو آخرت کی زندگی کی بنیاد بنتی تھی، مگر مشکل یہ تھی کہ میں ایک مقدس خانقاہ کی راہبہ تھی لوگ مجھے پیار سے "ماں" کہتے تھے میں مسلمان ہو جاؤں گی تو دنیا کیا کہے گی۔

مگر مجھے اپنی روح خلجان سے بچانا تھی۔ میں نے لوگوں کے کہنے کی پرواہ نہ کی، میں نے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ میرے گرو بھائیوں نے کہا یہ کام مسلمان ہوئے بغیر بھی جاری رہ سکتا ہے، ویدانتی رہ کر بھی تم قرآن کی راہ اختیار کر سکتی ہو۔ یہ بھی ویدانت کا ہی ایک سلسلہ ہوگا لیکن یہ بات میرے دل میں اتر نہ سکی، میں سمجھ رہی تھی کہ راما کرشن نے حقیقت کا راستہ اختیار نہیں کیا، بلکہ وہ خود ان کے ذہن کی اپج اور ایک بھرم ہو سکتا ہے کسی نام نہاد صوفی نے انہیں یہ بھرم دلا دیا ہو، میری ہندو دوستوں نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے آپ کو مسلمان نہ کہوں تو وہ مجھے آگرہ میں راما کرشن مشن کا مہنت بنا دیں گے، مگر مجھے دنیاوی لالچ نہ تھی اس لئے میں نے ان کی بات کو رد کر دیا، مگر اب ایک اور مشکل آئی مسلمانوں نے مجھے ماننے سے انکار کر دیا، وہ کہتے تھے کہ یہ ہمیں ہندو بنانے کے لئے روپ دھارن کر رہی ہے، میں خود شبہ میں پڑ گئی۔ میں قرآن کو اپنا ہادی اور رہنما مان رہی تھی تو کیا یہ بات مسلمان ہونے کیلئے کافی نہ تھی۔

اپنے دل کی بے قراری کو دور کرنے کے لئے میں دیو بند گئی میری لڑکی میرے ساتھ تھی ہم دونوں بے پردہ تھیں، ہم نے مولانا حسین احمد مدنی سے ملاقات کی، اپنی بات ان کے سامنے رکھی اور پوچھا کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ تم حقیقتاً مسلمان ہو مولانا نے مسکرا کر کہا تمہیں اس میں شک کیوں ہے؟ مولانا مدنیؒ کی عظمت ہم دونوں کے دل میں بیٹھ گئی، انہوں نے ہماری بہت خاطر کی بعد میں وہ ایک بار مجھ سے ملنے بنگلور بھی آئے تھے۔ ان ہی کے ساتھ مولوی عزیز گل صاحبؒ بھی تھے مولانا حسین احمد مدنیؒ انہیں بہت چاہتے تھے جیسے وہ دو دوست ہوں وہ ایک دوسرے سے معصوم مذاق کرتے۔ وہ کبھی کبھی ایک دوسرے کو چڑاتے بھی تھے، مجھے ان کی محبت پر رشک ہوتا تھا، وہ دن بھر ہمارے ہاں رہے، جب وہ چلنے لگے تو میں نے مولانا مدنیؒ سے کہا کہ وہ پھر تشریف لائیں، اس پر انہوں نے کہا کہ میں تو زیادہ نہ آسکوں گا، مگر عزیز گل کبھی کبھی آیا کریں گے، چنانچہ مولوی عزیز گل صاحب آتے رہے۔ میں ان سے پردہ اور دوسرے مسائل پر بلا جھجک بات چیت کرتی رہی۔ شروع میں میں سمجھتی تھی کہ یہ مولوی بڑے تنگ نظر ہوتے ہیں پھر بعد میں

پردے کی حقیقت مجھ پر کھلی تو میں ان کی وسعت نظر کی قائل ہوگئی۔

یہاں میں اسلام کے مطالعے میں لگی ہوئی تھی، کہ اچانک میرے شوہر کا خط آیا کہ اگر فوراً انگلستان نہ لوٹی تو وہ مجھے خرچ دینا بند کر دیں گے، بچوں کی تعلیم کا خرچ مجھ سے وصول کریں گے، اور مجھ سے تعلق توڑلیں گے۔ اس خبر پر نہ مجھے تعجب ہوا نہ افسوس۔ میں مسلمان ہو چکی تھی، اب میں کسی عیسائی شوہر کی بیوی کیسے رہ سکتی تھی رہا رزق! تو یہ اللہ کی دین ہے کم یا زیادہ ملے گا ہی عزیز گل کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے میرا ہاتھ تھامنے کی پیش کش کی، میں نے بڑے احترام سے اس پیش کش کو قبول کرلیا۔ میں جانتی تھی کہ ان کے ہاں غربت ہے، افلاس ہے، پردہ ہے، مگر میرے لئے تو یہی اللہ کی پسندیدہ جگہ تھی۔ عزیز گل کے گھر میں میں نے سیکھا کہ خود بھوکے رہ کر مہمان کی تواضع کرنے میں کیا لذت ہے، عزیز گل کے گھر میں مجھے زندگی کی حقیقی راحت ملی، وہ نہایت شریف اور مہربان ثابت ہوئے۔

یوں بھی وہ سید خاندان کے تھے اور انہوں نے سیادت کی لاج رکھی ہے ان کے اجداد عرب سے افغانستان اور افغانستان سے ہندوستان آ گئے تھے۔ اب تو ہم دونوں راہ حق کے مسافر تھے اور راہ حق کی مسافرت میں مشرق و مغرب کیسے۔ ہماری راہ ایک تھی، ہماری منزل ایک تھی، ہماری روحیں ہم آہنگ تھیں، ہم دونوں اللہ کے پیارے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کا ارادہ لے کر اٹھے تھے مجھے خوشی ہے کہ اس راہ میں میری بیٹی، میرا بیٹا اور میرا بھائی سب مجھ سے ہمدردی کرتے تھے انہوں نے مجھے راہ حق میں قدم بڑھانے سے روکا نہیں، میری زندگی ایک سفر ہے جو برسوں کی محرابوں سے گزر کر اسلام کی حسین وادی میں ختم ہو رہا ہے، مگر ختم کہاں ہو رہا ہے، زندگی تو موت کے بعد بھی چلتی رہے گی، میری راہ اسلام کی راہ ہے یہی ایک سیدھی راہ ہے اس کے علاوہ ہر راہ کج ہے اور انسان کو اللہ کی راہ سے بہتر راہ نہیں مل سکتی خدا کرے کہ میں جب تک زندہ رہوں اسی راہ پر چلتی رہوں پھر میں اس راہ سے بھاگوں بھی تو بھاگ کر کہاں جاؤں گی۔

دینِ فطرت اور اقبالؒ

(عبدالرشید ساہی)

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی — اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی
بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا — نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی
گماں آباد ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا — بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی
مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے — وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؓ فقرِ بوذرؓ صدقِ سلمانیؓ

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام اور رسالت محمدی ﷺ کا عالمگیر ضابطہ حیات ہے۔ یہ حدود و قیود کا پابند نہیں اس لئے یہ رنگ و نسل اور قومیت اور وطنیت کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی انسانیت کو آفاق گیر وسعتوں کا درس دے کر منصب خلافت ربانی کے لئے تیار کرتا ہے۔ یہ ضابطہ حیات انسان کو پیوند زمین ہونے کی بجائے وسعت آفاق میں جولانی وتسخیر کائنات کا فریضہ سونپنا چاہتا ہے۔ اللہ کی حکمت یہی تھی کہ دینِ فطرت و پیغامِ حق کا رشتہ کسی خطہ زمین یا رنگ ونسل سے وابستہ نہ ہونے پائے۔ سید البشر ﷺ اور آپ کے جانثار ساتھیوں کو مکہ کی سرزمین سے ہجرت پر مجبور کرنے میں بھی یہی حکمت ہے کہ اہل ایمان خاک سے یا رنگ ونسل سے کسی قسم کا واسطہ و پیوند نہیں رکھتے۔ ایمان کا رشتہ ہی ایک حقیقی اور دائمی رشتہ ہے۔ یہ تو اللہ کی وہ رسی ہے، جس کا مقدر دوام وثبات ہے۔ قرآن مجید کی رو سے "مضبوط ترین رشتہ ایمان کا رشتہ ہے" جسے منقطع ہونا ہی نہیں۔ ارشادِ نبوی ﷺ میں بھی یہی شہادت دی گئی ہے کہ یہ دین آزاداں اور دینِ فطرت حدود وقیود سے آزاد ہوگا۔ اس کے ماننے والے کسی خاک پیوند رکھنے والے یا نسل کے پابند نہ ہونگے۔ یہ کرۂ ارضی کیا، تمام کائنات ان کی میراث ہوگی۔ اس فلسفہ زندگی کے مقابلے میں رنگ

ونسل کے بھوت شکست کھا جائیں گے،قوم ونسب کے بت پاش پاش ہو نگے اورانسانیت کو جغرافیائی اورنسلی حدود میں جکڑنے والے بالآخرمنہ کی کھائیں گے۔انسانیت کاضمیروسعت پذیر ہے غالب آکر رہے گا اورروح جو کہ اللہ کاامر اورحق کا اشارہ ہے تمام پابندیوں کوٹھکرا کر وسیع کائنات کی ہم آغوش اورہم دوش ہو کر رہے گی ۔یہی اللہ کا منشاء ہےاوریہی دین فطرت کا تقاضا ہے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

؎ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے نیل کے ساحل سےلیکر تا بخاکِ کاشغر

علامہ اقبالؒ نے قرآن مجید فرقان حمید کا سارامقصداپنی شاعری میں بیان فرمادیا ہے۔ شاعری کی روح میں قرآن پاک کاترجمہ بیان فرمادیا ہے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

؎ کی محمدﷺ سے وفاتو نےتو ہم تیرے ہے یہ جہاں چیز ہےکیالوح وقلم تیرے ہیں

نبی رحمت عالمﷺ سے وفا کیا ہے! یہی کہ آپﷺ پر نازل کردہ قرآن مجید اور آپﷺ کےفرمان کےمطابق زندگی بسر کرنا ہی آپﷺ سے وفا کے زمرے میں آتا ہے۔ ہمارے پاس اللہ اوراللہ کا حسین وجمیل محبوب ایمان کی Authorities ہیں۔یہ جن کے کرنے کا حکم دیں اس پر بلاچون وچرا عمل کیا جائے اورجن باتوں سے یہ منع کریں ان کاموں کے نزدیک بھی نہ جایا جائے۔یہی ایمان ہے۔بڑے دکھ کی بات ہے کہ ہم اپنی مرضی کااسلام اپنائے ہوئے ہیں یعنی جو کام من پسند ہو اس پرعمل کرلیا اورجو طبیعت پر نہ چاہی اس کو چھوڑ دیا۔ہم پوری دیانتداری سے اپنے گھر سےلیکر پورے معاشرے پرنظر ڈالیں اور پورے انصاف اورغیر جانبداری سے فیصلہ کریں کیاجو دین اسلام ہم نے اپنا رکھا ہے کیا یہ حقیقی دینِ اسلام ہے؟ جو کہ اللہ ربّ العزت نے ہمیں عطا فرمایا ہےتو اس کا جواب خود ہماراضمیرنفی میں دےگا۔کاتب تقدیر ہمارے مقدر میں کامیابیاں اس وقت تحریر کرےگا،جب ہم پورے طور پر دین اسلام میں داخل

ہو جائیں گے۔ جب ہمارا جینا اور مرنا محض اللہ کی رضا کیلئے ہو جائے گا۔ ہمیں یہ حقیقت تسلیم کر لینی چاہیے کہ دین فطرت کی دعوت توحید باری تعالیٰ وحدت نسل انسانی اور بندگان حق کی باہمی اخوت و مساوات پر قائم ہے۔ تمام انسان نفس واحدہ سے پھوٹنے والی کونپلیں ہیں۔ ان میں جو تقسیم ہے وہ محض تعارف کی خاطر ہے، ویسے سب برابر ہیں۔ بلکہ بنی آدم اگر اللہ کو وحدہ لا شریک مان لیں اور اپنے آپ کو ایک باپ کی اولاد تسلیم کر لیں اور رسالت محمدی ﷺ پر ایمان لے آئیں تو سب بھائی بھائی بن جائیں گے۔ اسلامی اخوت کے لازوال رشتے میں منسلک ہونے کے بعد انہیں خاندان رنگ و نسل یا وطن کا خیال نہیں رہے گا پھر وہ صرف اور صرف اپنے آپ کو فرزندگان اسلام تصور کریں گے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

گر نسب را جزو ملت کردہ ۔۔۔ رخنہ در کار اخوت کردہ

ترجمہ: اگر تم نے اپنے حسب و نسب کو اپنی قومیت کا حصہ بنالیا ہے تو اسلامی اخوت میں تم نے رخنہ ڈال دیا ہے۔ نبی مکرم و محترم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! سب کا ایک ہی پروردگار ہے اور تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

مسلم ہندی شکم را بندہ ۔۔۔ خود فروش دل ز دیں بر کندہ

در مسلماں شان محبوبی نماند ۔۔۔ خالدؓ فاروقؓ ایوبیؒ نماند

ترجمہ: ہندوستان کا مسلمان تو صرف پیٹ کا غلام ہے، پیٹ کی خاطر خود فروش ہے لیکن دین سے اس کا دل اکھڑ گیا ہے۔ مسلمانوں میں شان محبوبی نہیں رہی۔ ان میں کوئی خالد بن ولید، عمر فاروقؓ، صلاح الدین ایوبیؒ نہیں۔ دین فطرت نے انسانیت کو سربلندی عطاء فرمائی، خود آگاہی سے روشناس فرمایا۔ حکمرانی کے حصول کے راستے بتائے ادائے حکمرانی کے گر سکھائے، قوموں کو عظیم حکمران صرف اسی دین فطرت کی بدولت نصیب ہوئے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت شبلیؒ،

حضرت ابو ذر غفاریؓ، حضرت اویس قرنیؓ، حضرت سلمان فارسیؓ جیسے صوفیاء اسی دین فطرت کی بدولت ہمیں نصیب ہوئے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں تجلی خدا کے بغیر آدم کو بقاء نہیں۔ خدا کا جلوہ فرد اور ملت دونوں کیلئے حیات ہے۔ اسی دین کی بدولت دونوں اپنے کمال کو پہنچے۔ دین فطرت والی زندگی ملت کیلئے جلال کا مظہر ہے اور فرد کیلئے جمال کا مظہر ہے۔ دین فطرت انسان کو اپنے خالق سے روشناس کراتا اور اس کو حقیقی مقام سے آگاہ کرتا ہے۔ جیسے جیسے انسان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا جاتا ہے اسی درجہ سے انسان کو بلند سے بلند مقام حاصل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور عشق محبوب خدا کا مقام کیا کہنا۔ علامہ اقبالؒ

عاشقاں اوز خوباں خوب تر   خوشتر وزیباتر ومحبوب تر

ترجمہ: عاشق رسول ﷺ تمام خوبیوں والوں سے برتر سب اصحاب فرحت سے زیادہ خوش سب حسینوں سے زیادہ حسین اور تمام محبوبوں سے بڑھ کر محبوب تھے وہ صرف محبوب ہی نہیں تھے بلکہ اپنے وقت میں اس اُمت کو دنیا کے طوفان بدتمیزی و فحاشی وعریانی اور بے دینی سے بچانے کیلئے محبوب خدا کی طرح کشتی اماں بھی تھے۔ اور اپنے اپنے علاقوں میں فریضہ رشد وہدایت بھی سرانجام دیتے رہے۔

پیارے بھائیو! آج بھی ہمارا فرض بنتا ہے کہ پہلے اپنی کردار سازی کریں اور پھر معاشرے میں بھلائی کا درس دیں اور برائیوں کے راستے میں آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو جائیں ظلم کے خلاف آواز بلند کریں اور اگر قوت ہو تو ظالم کا مقابلہ ڈٹ کر کریں۔ خدائی طاقتیں ہمارے ہمرکاب ہونگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل کے مقدر میں آخر مٹنا ہی ہوتا ہے لیکن یہ مقام حاصل کرنے کیلئے ہمیں روح کو بیدار کرنا پڑے گا ضمیر کو جگانا ہوگا

ہے تیرا تن روح سے نا آشنا ہے عجب کیا آہ تیری نارسا ہے

تن بے روح ہے بیزار ہے حق خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے

(علامہ اقبالؒ)

ترجمہ: ہماری دعائیں التجائیں بارگاہ خداوندی میں اسلئے قبول نہیں ہو رہیں کیونکہ ہمارے جسم میں روح نہیں ہے یعنی کے ہم اپنی زندگی دین فطرت کے مطابق بسر نہیں کر رہے ایسا انسان جو کہ دین فطرت کے مطابق زندگی بسر نہ کر رہا ہو اس سے اللہ کی ذات بیزار یعنی لاتعلق ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے حی القیوم بھی ایک صفت ہے اور ہمیشہ سے زندہ اور ہمیشہ زندہ رہنے والا خدا بے ضمیروں اور بے دینوں سے ناراض ہوتا ہے۔ دین فطرت سراسر عمل کا نام ہے۔ زبانی کلامی دعوؤں سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ صرف جھنڈیاں لگا کر اور روشنیاں کر کے گلی کوچے سجا کر عید میلاد نبی کا حق ادا نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ اتباع رسول ہاشمی ﷺ پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ آپ ﷺ کی غلامی کا پٹہ گلے میں ڈالنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو پا لینے کا صرف ایک ہی راستہ ہے وہی راستہ جو نبی احمد مختار ﷺ نے اختیار فرمایا۔ خدا ہمیں دین فطرت کی صحیح معنوں میں سمجھ اور سوچ بوجھ عطا فرمائے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

دین فطرت سے خالصتاً آگاہی کیلئے مرکز تعمیر ملت کوٹ شاہاں گوجرانوالا ایک بہترین درس گاہ ہے جہاں پر اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کا درس دیا جاتا ہے۔

مسجد: عبادات الٰہی کا مرکز

(ڈاکٹر فرحت جمشید)

مسجد کے معنٰی ھیں، سجدہ کرنے کی جگہ:

مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ کو کہتے ہیں۔یہ دنیا کی سب سے مقدس جگہ ہے۔ اس سے مراد وہ جگہ یا مقام ہے جسے اللہ کی عبادت کرنے کے لئے مخصوص کردیا جائے اور اللہ ہی کے نام وقف کردیا جائے۔مسجد کیلئے ضروری ہے کہ وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہو اور اسکے دروازے اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے ہر وقت کھلے ہوں اور ہر خاص و عام کو اس میں عبادت کرنے کا حق ہو۔شرعاً مسجد سے مراد وہ مکان،جگہ یا گھر ہے جہاں نماز با جماعت ادا کی جاسکے۔مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں مسجد کو مرکزیت حاصل ہے۔

☆**دنیا کی پہلی مسجد**: دنیا کی پہلی مسجد بیت اللہ یا خانہ کعبہ ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: ''اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے،اور جو تمام دنیا والوں کیلئے برکت اور ہدایت والا ہے۔'' (آلِ عمران آیت 96)

سورۂ البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے: '' اسے ابراہیمؑ اسماعیلؑ نے تعمیر کیا اور مقبولیت کی دُعا کی۔''

☆مسجد کی بنیاد........تقویٰ:

مسجد کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الٰہی پر ہونی چاہیے نہ کہ غلط مقاصد پر،سورۂ توبہ کی آیت 8-107 میں ارشاد ہوتا ہے:''اور بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے تاکہ ضرر پہنچائیں اور کفر کی باتیں کریں اور ایمان والوں میں تفرقہ ڈالیں۔البتہ جس مسجد کی بنیاد،روزِ ازل سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے،وہ اس قابل ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔''

جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ اس میں اللہ کی عبادت کی جائے ،

کیونکہ یہی مساجد ہیں جو اللہ کے نزدیک بہترین جگہیں ہیں۔

فضائل مساجد: مسجد بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر ہے، اس لئے اسے وہ فضیلت حاصل ہے جو کسی بھی دوسرے مقام کو حاصل نہیں، اس لئے مساجد کی تکریم و تعظیم کرنا اہلِ ایمان کا شیوہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ "اللہ کے نزدیک مساجد بہترین جگہیں ہیں، کیوں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے، اور اللہ کا ذکر بکثرت کیا جاتا ہے۔"

آدابِ مسجد: مسجد میں حصولِ ثواب کی نیت سے داخل ہوا جاتا ہے، اس لئے اس میں داخلے کے وقت یہ دُعا پڑھنی چاہیے **اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ:** جس کا ترجمہ ہے: اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔" (مسلم) اور مسجد سے نکلتے وقت یہ دُعا پڑھنی چاہیے: **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ۔** جس کا ترجمہ ہے:
"اے اللہ! بے شک میں تیرا فضل مانگتا ہوں۔" چونکہ مسجد سے نکل کر انسان کاروبارِ دنیا میں مشغول ہو جاتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کا فضل مانگنا ضروری ہے۔

مسجد میں باتیں اور ہنسی مذاق کرنا: مسجد اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کیلئے ہے، اس لئے وہاں کوئی بے ہودہ، فضول اور لغو بات نہ کی جائے اور نہ ہی کسی کی غیبت کی جائے۔ نہ آپس میں ہنسی مذاق کیا جائے اور نہ ہی کسی کا مذاق اُڑایا جائے۔

مسجد کے اندر لین دین کرنا: خرید و فروخت اور لین دین کے معاملات مسجد کے اندر طے کرنا مکروہ ہے۔ حضرت ابوھریرہؓ کی روایت کے مطابق رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے: "جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد میں خرید و فروخت کرتا ہے تو کہو کہ اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔" (ترمذی)

☆**مسجد میں کھانے پینے** سے اجتناب ضروری ہے، کیونکہ کھانے پینے کی چیزوں سے گندگی ہوتی ہے جس کی وجہ سے کیڑے مکوڑے اور مکھیاں اندر آتی ہیں، فقہا نے اسے مکروہ تحریمی کہا ہے۔

مزید بدبودار چیز مثلاً لہسن، پیاز وغیرہ کھا کر مسجد میں نہیں آنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''بدبودار چیز کھا کر کوئی شخص مسجد میں نہ آئے، کیوں کہ جس چیز سے انسان ایذاء پاتے ہیں، فرشتے بھی اس سے ایذاء پاتے ہیں۔ مسجد کو صاف ستھرا رکھنا مسجد کا حق ہے۔

☆**مسجد میں سونا:** مسجد میں سونا اچھا نہیں، لیکن بوقت ضرورت تھوڑی دیر کیلئے سویا جا سکتا ہے۔ مسافر مسجد میں سو سکتا ہے۔ حالت اعتکاف میں مسجد میں کھانے پینے یا سونے پر پابندی نہیں ہے۔

☆**مسجد میں اپنی جگہ مخصوص کرنا** اچھا نہیں، مسجد اللہ کا گھر ہے اس لئے جہاں جگہ ملے بیٹھ جائیں۔

☆مسجد میں سوال کرنا، کسی سے کچھ مانگنا حرام ہے کیونکہ سوال صرف اللہ سے کیا جا سکتا ہے، اگر کوئی شخص اپنی مرضی سے کسی حقدار کو خیرات، صدقہ یا زکواۃ دینا چاہے تو وہ درست ہے۔

☆**مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا:** اتنی بلند آواز سے ذکر کرنا جس سے دوسرے نمازی پریشان ہوں، ان کی عبادت میں خشوع قائم نہ رہے یا لوگوں کے گھروں تک آواز جاتی ہو اور ان کی نیند خراب ہوتی ہو، اچھا نہیں ہے۔ ان باتوں کی عدم موجودگی میں بلند آواز سے ذکر کرنا درست ہے۔ مسجد میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ، خاموشی سے بیٹھنا ضروری ہے بلند آواز بولنا انتہائی بے ادبی ہے۔ بلند آواز کرنے کی سخت ممانعت ہے۔

☆**مسجد میں گروہ بندی کرنا:** مسجد میں لڑائی جھگڑا کرنا، گروہ بندیاں کرنا ایسا فعل ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''آپس میں اختلاف نہ کرو، تم سے پہلے لوگ باہم اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔''

☆**صفوں کو پھلانگنا:** مسجد میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا چاہیے، دوسروں کو پھلانگ کر آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے۔

☆**مساجد کے حق:** میں اوّلین حق مساجد کو آباد کرنا، اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور

ے لوگ ذکروفکراورتلاوت قرآن یا نوافل میں مصروف رہیں۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مسجدوں کوتو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:''اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے اور اسکی خدمت میں لگا رہتا ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔''(ترمذی)

قیامت کے دن جب عرش الٰہی کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا،اس دن سات آدمی عرش کے سائے تلے ہونگے،ان میں سے ایک وہ ہوگا جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہوگا۔''

جو شخص گھر سے وضو کر کے مسجد میں نماز پڑھنے جاتا ہے تو اس کے مسجد پہنچنے پر اللہ تعالیٰ ایسا خوش ہوتا ہے جیسے کسی مسافر کے سفر سے واپسی پر اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں۔

دعائے مغفرت

ملتان سے خالد محمود بخاری کی خالہ اور فیصل خان کے ماموں

لاہور سے بھائی خالد اسحاق کی پھوپھی

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
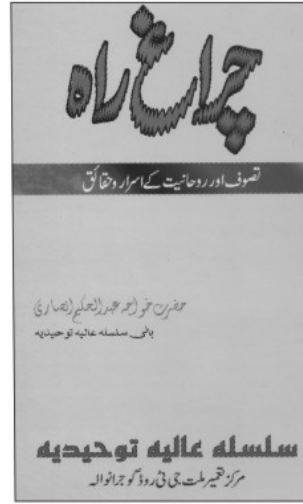
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
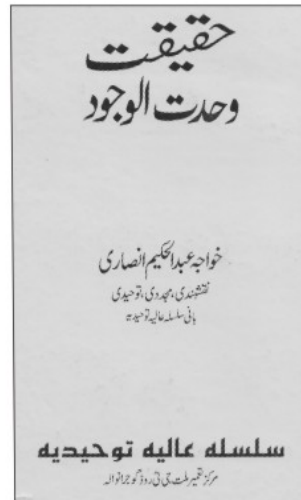
مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
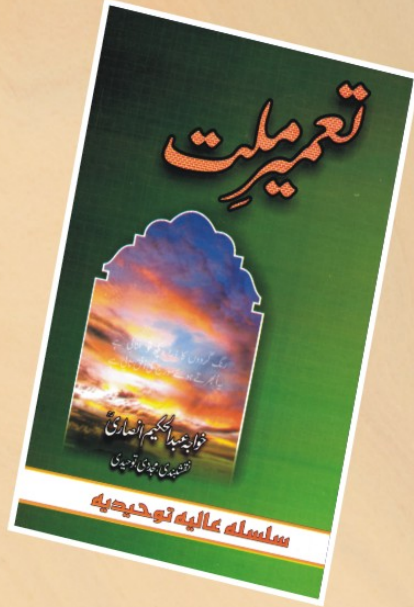
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com